تحریک ختم نبوت 1953ء - مرتبہ مولانا اللہ وسایا، شائع کردہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔

کچھ اپنے بارے میں

میں اس زمانہ میں کسب حلال کے لئے ایم بی ہائی سکول لائل پور میں شعبہ اسلامیات کے انچارج کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس عظیم الشان تعلیمی ادارہ کے ہزاروں نونہال۔ میرے خیالات وافکار سے متاثر ہو رہے تھے۔ بلکہ ادبی مجالس اور مباحث میں حصہ لینے والے طالب علم مقررین کی ایک کھیپ تیار ہو گئی تھی۔ آگے چل کر وہ طلبہ پائے کے مقررین بن گئے اور انٹر کالجیٹ مباحثوں میں انہوں نے نام پیدا کیا۔ چنیوٹ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں سے میں نے یہ تاثر لیا کہ مجھے سکول کی زندگی کو خیر باد کہہ کر تخت یا تختہ کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے لائل پور پہنچتے ہی سکول سے تین ماہ کی چھٹی لی اور ہمہ تن تحریک تحفظ نبوت کے لئے وقف ہو کر رہ گیا۔

لائل پور کی صورت حال

13 جولائی 1952ء کو برکت علی محمڈن ہال میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوئی تھی۔ اس [illegible] ہی آل پارٹیز راہنماؤں کے اتحاد کے لئے فضا سازگار ہو چکی تھی۔ اس کنونشن کے بعد ملک کے طول وعرض میں آل پارٹیز اجتماعات ہونے لگے اور ان میں شیعہ سنی دیوبندی۔ بریلوی اہلحدیث متفقہ طور پر مطالبات کی تائید کرنے لگے چنانچہ لائل پور میں بھی 27-26 ستمبر 1952ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور راہنماء شریک ہوئے۔

مختلف دینی فرقوں کے راہنماؤں نے ایک اسٹیج سے مسئلہ ختم نبوت کی تائید وتصدیق کی۔ اس مشترکہ کانفرنس کا سارے ملک کی طرح لائل پور کے عوام پر بھی بہت اچھا اثر پڑا۔ بلکہ لائل پور کے عوام کو علماء کرام کا یہ اتحاد دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ لائل پور میں بریلوی فرقہ کے مولانا سردار احمد رہتے تھے۔ مرحوم اپنے فرقہ کے مخصوص مسائل سے سخت قسم کی عصبیت رکھتے تھے اور جٹ برادری سے تعلق کے باعث طبعاً بھی سخت مزاج تھے۔

انہوں نے قیام پاکستان کے بعد لائل پور میں اپنے قیام کے بعد ہی سے اختلافی مسائل کو اپنا موضوع بنا لیا اور اپنے مخصوص رنگ میں بلا روک ٹوک خوب کام کیا۔ بہت جلد ہی انہیں یہاں کچھ مخلص ساتھی مل گئے جنہوں نے انہیں ہر لحاظ سے کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ دیوبندی مکتب فکر کے علماء میں اس وقت یہاں مولانا مفتی محمد یونس مرحوم جامع مسجد شہر کے خطیب تھے۔ بہت بڑے عالم اور شریف الطبع بزرگ تھے۔

اعتدال پسندی ان کا مخصوص رنگ تھا۔ فرقہ وارانہ مسائل میں غلو اور مسلمانوں کو باہم لڑانے سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ اہل حدیث فرقہ کے راہنما مولانا حکیم نور دین صاحب تھے جو لائل پور کے مسلمہ

بزرگ اور راہنما تھے۔ ان میں مذہبی تعصب بالکل نہ تھا تمام مسلمانوں سے محبت کرتے اور سبھی لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ سنی وہابی لڑائی میں حصہ لینے کو گناہ سمجھتے تھے۔ ایسے حالات میں مولانا سردار احمد مرحوم نے بریلویت کے لئے کام کر کے اچھی خاصی ایک جماعت پیدا کر لی۔ ایک عظیم مسجد کی بنیاد رکھی۔ اپنا عربی مدرسہ جاری کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ پاکستان میں بریلوی فرقہ کے لئے مرکزی حیثیت اختیار کر گئے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کا طرز بیان متشددانہ اور اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کے لئے دل آزارانہ ہوا کرتا تھا۔ ان کی اس مہم سے نہ صرف ان سے اختلاف رکھنے والے رنجیدہ تھے۔ بلکہ عام مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی سخت نالاں تھا، خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ تو بالکل ہی بیزار تھا۔ البتہ مولانا مرحوم کا اپنا مخصوص حلقہ ان کا بے حد باحترام کرتا تھا۔ بلکہ ان کا شیدائی تھا۔

اسی زمانے میں لائل پور کے مشہور عربی مدرسہ اشرف المدارس میں مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی بھی تھے۔ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق تھا۔ اکابر دیوبند پر تنقید سے تنگ آ کر انہوں نے امداد السلام نامی ایک جماعت بنائی اور مولانا سردار احمد مرحوم اور ان کی جماعت کے جلسوں کے جواب میں جلسے منعقد کرنا شروع کر دیے۔ مولانا سردار احمد مرحوم کی اس وقت جماعت بڑی مضبوط ہو چکی تھی۔ وسائل بے پناہ تھے۔

مقابلہ شروع ہو گیا جواب اور جواب الجواب اور پھر جواب جواب الجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسائل سے نوبت رذائل تک پہنچ گئی تو تکا زتھو کا فضیحتی۔ گالی گلوچ کا معرکہ گرم ہو گیا۔ ہر طرف سے یہی آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ

"میں تیری نظر میں کافر تو میری نظر میں کافر"

تمام خدام اسلام اور مبلغین امت بیضا۔ اسی خدمت اسلام میں لگ گئے۔

کافر ہوں میں اکفر ہے تو

شہری آبادی کے غیر جانبدار لوگ سخت ذہنی کرب میں مبتلا ہو گئے۔ ضلعی حکام علماء کو طلب کرتے طنز آمیز الفاظ میں وارننگ دیتے اور فرماتے۔ اے وارثان مسند رسول اس فی سبیل اللہ فساد سے باز آ جاؤ۔

انہی دنوں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کو بھی مولانا سردار احمد مرحوم کی طرف سے ہدف تنقید بنایا گیا۔ اور ان پر رکیک حملے کئے گئے۔ مجلس احرار اسلام کے بزرگ راہنما پر ان حملوں کی وجہ سے احرار سخت برہم اور ناراض ہوئے۔ اور انہوں نے بھی جوابی کارروائی کرنے اور اس سارے فی سبیل اللہ جہاد کی حقیقت کے تارو پود بکھیر دینے پر غور کیا۔ احرار راہنما مولانا عبید اللہ لائل پوری نے اس سلسلہ میں صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف سے باقاعدہ گفتگو کی۔ ان دونوں رہنماؤں کی گفتگو کے بعد مسئلہ کے تمام پہلو پر اچھی طرح غور وخوض کر لیا گیا لیکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اپنی خدمت میں طلب فرمایا۔ اور سختی سے منع کر دیا۔ کہ اس سلسلہ میں ہم نے کوئی حصہ نہیں لینا۔ اگر کچھ کر سکتے ہو تو عفو و درگزر سے کام لے کر امت محمدیہ کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑنے کا کام کرو۔ امت میں کسی تخریب و انتشار، تعصب اور تفریق کے لئے ہمیں ہرگز استعمال نہیں ہونا ہے۔ یہ وہ پس منظر تھا۔ جس کے بعد لائل پور میں مختلف فرقوں کے راہنماؤں کی متحدہ کانفرنس ہوئی لائل پور کے عوام کو معلوم ہوا کہ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں۔ تو ان کے زخمی دلوں پر مرہم سی لگ گئی اور انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ کہ اللہ نے انہیں اس پہلے والے ذہنی کرب اور عذاب سے نجات بخشی ہے۔

یہ بات قابل افسوس ہے کہ اس عظیم اتحاد کے مظاہرے میں بھی لائل پور کے قابل احترام بریلوی مکتب فکر کے مخدوم مولانا سردار احمد نے کوئی حصہ نہ لیا۔ اور اپنی علیحدہ حیثیت اور مخصوص حیثیت کو علیٰ حالہ قائم رکھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ فضاء سے مجبور ہو گئے کہ فرقہ وارانہ مسائل بیان نہ کریں اور ختم رسالت کے مسئلے کو بیان کریں۔ ہمارے لئے یہ صورت حال بھی ایک گونہ ان کا تعاون تھا۔ اور ہم نے ان کے اس بالواسطہ تعاون کو تشکر اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ علیحدگی اور امت کے اتحاد عدم شرکت پر کسی قسم کا طنز طعن و تشنیع ہرگز نہ کی گئی۔ بلکہ یہ کہہ دیا گیا کہ الحمد للہ وہ بھی حضور کی حفاظت ناموس کے کام میں اپنے محاذ پر ڈٹ کر گویا ہمارے ساتھ ہی ہیں۔ ہماری اس بلند اخلاقی اور وسیع النظری کا مولانا مرحوم نے اچھا اثر قبول کیا اور بعد میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ انہوں نے اپنی ایک مسجد میں ختم نبوت کی تحریک کا کسی نہ کسی رنگ میں پارٹ ادا کیا۔

جب لائل پور جیسے شہر میں اتحاد کی فضا قائم ہو گئی اور ہر طرف ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائیت مردہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔ دوسری طرف ملک میں تحریک ختم نبوت مستحکم ہو رہی تھی۔ حالات یہ تھے کہ ایک طرف حکومت ٹس سے مس نہیں ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف عوام تخت یا تختہ کے مقام پر پہنچ رہے تھے۔

ایسے حالات میں مناسب خیال کیا گیا کہ لائل پور کے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کی مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ میٹنگ بلائی گئی اور مجلس عمل قائم کر دی گئی جس میں (1) مولانا مفتی محمد یونس خطیب جامع مسجد و عید گاہ لائل پور (2) مولانا محمد انور خلیفہ مجاز حضرات رائے پوری مرحوم۔ (3) حضرت صاحبزادہ ظہور الحق صاحب خلف الرشید حضرت مولانا سراج الحق صاحب کرنالی (4) مولانا عبدالرحمان ہزاروی مہتمم اشرف المدارس۔ (5) خطیب اہل سنت صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ صاحب (6) مولانا عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر ہفتہ وار المنبر (7) مولانا محمد یعقوب نورانی خطیب جامع مسجد ڈی ٹائپ کالونی۔ (8) مولانا عبدالواحد خطیب جامع مسجد اہل حدیث۔ (9) مولانا جعفر حسین ایرانی شیعہ مجتہد خطیب مسجد امام باڑہ۔ (10) حافظ

عبدالمجید نابینا بی اے مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم (1/1) خادم علماء تاج محمود خطیب جامع مسجد ریلوے کالونی۔

11 حضرات پر مشتمل اس مجلس عمل کا قیام لائل پور کی تاریخ کا ایک سنہری باب تھا۔ اب اس مجلس عمل کے عہدیداران کے لئے تجاویز پر غور و خوض ہوا حضرت صاحبزادہ ظہور الحق صاحب اور مولانا مفتی محمد یونس مرحوم دونوں اکابر کی تجویز پر راقم الحروف کو اس مجلس عمل کا کنوینر منتخب کر لیا گیا۔

مجلس عمل کے باقی اراکین نے بھی ان دونوں بزرگوں کی تجویز سے اتفاق کر لیا اور اس طرح

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زوند

ملک میں حالات روز بروز نئی کروٹ لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ مرکزی مجلس عمل کا کراچی میں اجلاس ہوا اور اجلاس نے فیصلہ کر لیا کہ حکومت کو ایک ماہ کا نوٹس دے دیا جائے۔ خواجہ ناظم الدین کو جب مطالبات کے تسلیم کرنے کے لئے ایک ماہ کا نوٹس دے دیا گیا۔ تو ملک بھر میں تحریک اور تصادم کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مجلس عمل کے رہنماؤں کا اندازہ یہ تھا۔ کہ اگر ایک لاکھ شمع ختم رسالت کے پروانے قید ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیں تو حکومت مطالبات تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے اب میرے سامنے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ تحریک کے لئے رضا کار بھرتی کئے جائیں۔

چنانچہ مجلس عمل کی میٹنگ طلب کر لی گئی اور اس میں رضا کاروں کی بھرتی کے لیے تجویز پیش کی گئی مجلس عمل نے تجویز منظور کر لی اور یہ طے کیا کہ رضا کاروں کی بھرتی کے لیے باقاعدہ ریکارڈ بنایا جائے۔ اس رضا کار کو بھرتی کیا جائے۔ جو پختہ عزم اور بلند حوصلہ رکھتا ہو محنت اور ابتلا کے وقت صابر اور ثابت قدم رہ سکے۔ نیز اس کے کوائف وغیرہ لکھ لئے جائیں اور یہ اندازہ لگا لیا جائے۔ کہ قید و بند کی صورت میں اس کے گھر والوں کا انتظام وغیرہ کیا ہوگا۔ چنانچہ مجلس عمل نے ایک حلف نامہ کی عبارت تجویز کی تا کہ اس پر دستخط کر کے تحفظ ختم نبوت کی راہ میں آنے والی جملہ ذمہ داریوں کا رضا کار کو پابند بنا دیا جائے۔

حلف نامہ کی عبارت یہ تھی۔

حلف نامہ رضا کار مجلس عمل میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے عہد کرتا ہوں کہ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے منصب ختم نبوت کے تحفظ اور حضور ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کے فتنوں کے استیصال کے لیے آل پارٹیز کنونشن مجلس عمل کی راہنمائی میں ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کے لیے تیار رہوں گا اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دستخط رضا کار　　　　پورا پتہ

یہ بھی طے پایا کہ رضا کاروں کی بھرتی کا مرکز مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ حکیم حافظ عبدالمجید صاحب نابینا مرحوم کے شفاخانہ نقشبندیہ کی اوپر والی عمارت جس میں پہلے مجلس احرار اسلام کا دفتر تھا۔ اسے اب مجلس

عمل کے رضا کاروں کی بھرتی کا مرکز قرار دے دیا گیا اور وہاں ہر وقت بھرتی کرنے والے اور ضروری ہدایات بتانے والے ساتھیوں کا تعین بھی ضروری قرار دیا گیا۔ اخبارات اور مساجد کے ذریعہ اعلان کرا دیئے گئے کہ شمع رسالت کے پروانے دفتر میں پہنچ کر اپنے نام رجسٹرڈ کروائیں۔

ناموس رسالت پر جانیں نچھاور کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا اور اتنی کثیر تعداد میں لوگ دفتر پہنچنا شروع ہوگئے کہ حیرت ہوتی تھی دیہات اور قصبات کے لوگ بھی چلے آتے تھے۔ کہ ہمارا نام بھی لکھ لیا جائے اور تاکید کرتے تھے کہ خدا کے لیے کسی پکی فہرست میں ہمارا نام درج کرلیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم موقعہ آنے پر نہ بلائے جائیں یا ہمیں اس وقت قبول نہ کیا جائے۔ حد یہ ہوئی کہ لوگوں نے اپنے جسموں کو زخمی کر کے خون سے حلف نامے پر دستخط کرنا شروع کر دیئے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ملک میں خون کی بے پناہ قربانی دی جائے گی۔

1953ء کے سال کا آغاز تھا۔ پورے ملک کی فضاء ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائیت مردہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ وسط جنوری میں پنجاب سے مجلس عمل کے راہنماء کراچی روانہ ہوئے۔ کراچی میں مجلس عمل کی میٹنگ ہوئی۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان سے تمام نمائندگان پہنچے ہوئے تھے۔ اس میٹنگ کی تفصیل کہیں اوپر بیان ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک ماہ کا نوٹس دے دیا گیا۔ کہ اگر 22 فروری تک حکومت ختم نبوت سے متعلق مطالبات کو تسلیم نہیں کرے گی تو آل پارٹیز کی مجلس عمل حکومت کے خلاف راست اقدام کرے گی۔ اس ایک مہینہ میں کراچی سے خیبر تک کوئی شہر اور کوئی قصبہ ایسا نہ تھا۔ جس میں جلسوں جلوسوں کا ہنگامہ بپا نہ ہوا ہو۔ مجلس عمل نے یہ محسوس کرتے ہوئے نوٹس دیا تھا۔ کہ حکومت مطالبات تسلیم نہیں کرے گی بلکہ ایسا لگتا تھا جیسا کہ مطالبات تسلیم کرنا انکے بس کی بات ہی نہ ہو۔ نوٹس ملنے کے بعد بھی حکومت نے خاموشی سادھے رکھی اور کچھ نہیں کیا۔ صاحبزادہ فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلومہار شریف کو مجلس عمل کے رضا کاروں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے اعلان کر رکھا تھا۔ کہ پچاس ہزار رضا کار فوری نوٹس پر اپنی گرفتاری دینے کے لیے تیار رہیں۔ 12 فروری کو خواجہ ناظم الدین لاہور آئے اسلامیان لاہور نے اس روز مکمل ہڑتال کی۔ جس کی مثال لاہور کی تاریخ میں شاید ہی پیش آئی ہو غرضیکہ لوگوں کا جوش وخروش ایک پہاڑ تھا جو پھٹ کر آتش فشاں بن جانا چاہتا تھا۔ 16 فروری کو مجلس عمل کے راہنماؤں کی خواجہ صاحب سے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں ملاقات ہوئی کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب 22 فروری تک نوٹس کی میعاد تھی۔ 22 فروری سے قبل ہی مجلس عمل کے راہنماء کراچی پہنچ گئے۔ میٹنگ شروع ہوئی۔ پنجاب کے لوگوں کو توقع تھی کہ 22 فروری کو کراچی میں تحریک شروع ہو جائے گی۔ لیکن وہاں ایسا نہ ہوسکا۔ مرکزی مجلس عمل کی ہدایات یہ تھیں کہ جب تک کراچی میں تحریک شروع نہ کر دی جائے۔ اس وقت تک کہیں بھی کوئی خلاف قانون کام نہ کیا جائے۔ 23 فروری کی

دوپہر کو حالات انتہائی خطرناک تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خدا جانے لوگ کیا کر دیں گے۔ میں نے اخبارات میں ایک بیان بھجوا دیا کہ عوام صبر اور سکون سے کراچی کے فیصلہ کا انتظار کریں اور وہاں سے مصدقہ اطلاع آئے بغیر بالکل پرامن رہیں۔ دن گزر رہے تھے۔ قصبات اور دیہات کے لوگ جوق در جوق اپنی اپنی قربانی پیش کرنے کے لیے فیصل آباد آنا شروع ہوگئے۔ 25 فروری کا دن انتہائی بے چینی کا دن تھا۔ سارا دن لاہور اور کراچی فون کرتے گزری۔ لیکن وہاں سے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ صرف اتنا ہی کہتے تھے کہ ابھی انتظار کرو راست اقدام کرنے کا فیصلہ ہو رہا ہے۔

25 فروری اور 26 فروری کی درمیانی شب احرار ورکرز کی میٹنگ مولانا عبید اللہ احرار کے مکان پر ہوئی اگرچہ اب جو مشینری تحریک کے سلسلہ میں کام کر رہی تھی وہ مجلس عمل اور اس کے رضا کار تھے۔ لیکن اس کے باوجود احرار کارکنوں کو کچھ ہدایات دینے کے لیے علیحدہ بلایا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ اگرچہ تحریک مجلس عمل کے ہاتھوں ہی چلائی جائے گی۔ لیکن آپ لوگ بڑے بہادر اور تحریک کے معاملہ میں کافی تجربہ کار ہیں۔ عوام میں پھیل کر کام کریں۔ لوگوں میں نظم وضبط کی پابندی اور خصوصاً پرامن رہنے کا زور وشور سے پروپیگنڈا کریں۔ اس لیے اتنی زبردست تحریک کو سیدھا سامنے سے آکر روک لینا حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے ایجنٹوں یا قادیانیوں کے ذریعہ کوشش کرے گی۔ فساد اور بدامنی ہوتا کہ گورنمنٹ کو طاقت استعمال کرنے کا جواز مہیا ہو جائے۔ بس یہ خصوصی ڈیوٹی تھی جو احرار کارکنوں اور رضا کاروں کی لگائی گئی دیر تک مشاورت ہوتی رہی میں کوئی ایک بجے کے قریب میٹنگ سے فارغ ہو کر ریلوے کالونی میں اپنے مکان پر پہنچا اور سو گیا۔ طلوع سحر سے پہلے مولانا عبید اللہ احرار کے بڑے صاحبزادے عزیزم سیف اللہ صاحب آئے اور آکر اطلاع دی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے پولیس مکان پر پہنچی تھی اور اباجی کو گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ برخوردار کے اطلاع دیتے ہی میں سمجھ گیا کہ گذشتہ رات کراچی میں تصادم شروع ہو گیا اور یہ گرفتاریوں کی پہلی قسط ہے۔ میں نے فوراً مجلس عمل کی میٹنگ بلائی اور حضرت مفتی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے مکان واقع عبداللہ پور پر جمع ہونے کے لیے ایجنڈا جاری کر دیا گیا۔ 8 بجے صبح کے قریب مجلس عمل کے سب ارکان مفتی صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ ابھی ہم نے میٹنگ کی کارروائی کا آغاز ہی کیا تھا اور پچھلے روز جو میٹنگ ہوئی تھی اس وقت سے لے کر اس صبح تک کے واقعات کی روئیداد ہی بیان کر رہا تھا۔ کہ عزیزم محمد صادق بٹالوی جو بڑا مخلص بہادر اور بڑا سمجھ دار احراری کارکن تھا۔ مفتی صاحب کے مکان پہ پہنچ گیا۔ ہم بند کمرے میں میٹنگ کر رہے تھے۔ اندر اطلاع آئی میں باہر آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ پولیس چھاپہ مار کر آپ سب کو گرفتار کر لینا چاہتی ہے۔ ایس پی صاحب کے دفتر سے مجھے کسی نے بتایا ہے۔ پولیس لائن سے گاردیں اور مجسٹریٹ وغیرہ کو پہنچنے کا انتظار ہو رہا ہے۔ آپ جلدی جلدی یہاں سے منتشر ہو جائیے اور پھر مجھے ذرا ناراضگی کے لہجہ میں کہا مولانا

آپ کو پتہ ہے آپ نے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ پھر آپ نے اپنی یہ ساری طاقت جس نے تحریک کی قیادت کرنی ہے۔ اسے ایک جگہ کیوں اکٹھا کرلیا ہے۔ آپ اس کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔ میں نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ آپ کوتوالی کے دروازے کے باہر رہیں اور پولیس کی نقل و حرکت کو واچ کریں۔ ہماری آپ فکر نہ کریں ہم ابھی منتشر ہو جاتے ہیں۔ میں اندر آیا ساتھیوں کو بتایا سب نے صادق صاحب کے اس خدشے اور اتنی جلدی اطلاع کی تعریف کی اور طے ہوا کہ صرف ایک فیصلہ کرنے کے بعد میٹنگ برخواست کردی جائے اور 9 بجے ہم سب عید باغ میں پہنچ جائیں اور وہاں جلسہ عام منعقد کیا جائے اور اب لوگوں کو نظم وضبط کے ساتھ تحریک شروع کردینے کے لیے کہا جائے۔

میرے لیے اب ایک عجیب الجھن پیدا ہوئی۔ میری اس روز اے ڈی ایم صاحب کے ہاں پیشی تھی۔ یہ پیشی بوہڑانوالہ گراؤنڈ کے مشہور کیس کے سلسلہ میں تھی جس میں قادیانیوں کے جلسہ کو روک دینے کے سلسلے میں تصادم ہوا تھا۔ 11 مسلمان اور 23 قادیانی گرفتار کر لئے گئے تھے۔ میری دس دس ہزار کی دو ضمانتیں عجیب مخمصے میں پڑ گیا۔ تحریک کا سب کچھ میرے ذمہ ڈال دیا گیا تھا۔ انتظامات پروگرام میرے پاس اور اگر میں اے ڈی ایم صاحب کے پیش ہوتا ہوں تو خطرہ یہ ہے کہ کہیں میں گرفتار نہ کرلیا جاؤں۔ اگر پیشی پر نہیں جاتا تو اے ڈی ایم صاحب اگر چاہیں تو میری ضمانتیوں کو پریشان کر سکتے ہیں۔

دل نے گواہی دی کہ پیشی پر چلو۔ عدالت کھلتے ہی میں کمرہ عدالت میں ساتھیوں سمیت وَمِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَداً وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَداً فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ پڑھتا ہوا پیش ہوگیا۔ حبیب صاحب تھے ڈی ایم تھے۔ بڑے شریف پڑھے لکھے اور بردبار طبیعت کے افسر تھے مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے آیئے مولانا آج تو آپ لوگوں نے ہمیں سونے ہی نہیں دیا۔ یہ کہا اور وہ وائرلیس نکال کر سامنے رکھ دیا۔ کہ گذشتہ رات پنجاب میں ان تیس کارکنوں کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ یہاں لائل پور سے مولانا عبید اللہ اور مرزا غلام نبی شامل ہیں میں نے پوری فہرست پڑھی تو معلوم ہوا کہ سب حضرات کا تعلق پنجاب سے ہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ہم حاضر تو ہو ہی گئے ہیں ہماری حاضری لگ جائے تو ذرا شہر جائیں کیونکہ ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے شہر میں ہڑتال کر دی ہے کہنے لگے بس مولانا آپ لوگوں کی حاضریاں لگ گئی ہیں۔ ذرا جایئے اور دیکھئے کہ کہیں کوئی فساد نہ ہو جائے میں نے کہا کہ جناب مجھے اسی لیے جلدی ہے۔ بڑی مہربانی۔ میں اللہ کا شکر بجالا کر باہر نکلا۔ باہر ساتھیوں کا ہجوم ہو چکا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ شہر میں مکمل ہڑتال ہے اور لوگ گرفتاریوں کی خبر سن کر خود بخود ہی عید باغ میں جمع ہو رہے ہیں۔ ہم عید باغ پہنچے خدا کی شان بغیر کسی خاص اہتمام کے پچیس تیس ہزار کا مجمع ہو گیا۔ مفتی محمد یونس صاحب رحمتہ اللہ علیہ صاجزادہ ظہور الحق صاحب۔ مولانا عبد الرحمان ہزاروی اور کئی ساتھیوں نے تقریریں کیں۔ آخر میں میں نے مجمع سے کہا کہ آج

ہمارا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے یا سر ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ان مطالبات کا وقت ختم ہو گیا آج ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ خواجہ ناظم الدین مستعفی ہو جاؤ۔ میں نے کہا پاکستان جو اس بنیاد پر بنا تھا کہ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ۔ خواجہ نظام الدین بحیثیت وزیر اعظم ملک کی اس بنیاد کی حفاظت کرنے سے قاصر رہے ہیں اس لیے وہ فوراً مستعفی ہو جائیں۔

دوپہر ایک بجے تک جلسہ جاری رہا لوگوں کو پروگرام بتایا گیا کہ کل صبح 9 بجے عید باغ سے رضا کاروں کا جتھہ راست اقدام کرنے کے لیے مارچ پاسٹ کرے گا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کردے گا۔ میں نے لوگوں سے یہ بھی کہا کہ یہ تحریک کسی سیاسی مقاصد کے لیے نہیں صرف حضور فداہ ابی وامی کے ختم رسالت کے عقیدہ کے تحفظ کے لیے ہے۔ اس لیے کسی ذاتی یا نفسانی خواہش کو درمیان میں نہ لایا جائے۔ میں نے اشارۃ اتنا ہی کہا کہ یہ پارٹی جیسے مجلس عمل کہتے ہیں۔ دراصل تمام مذہبی اور دینی جماعتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ کوئی ایسی تنظیم نہیں جس کے پاس کوئی زیادہ وسائل ہوں۔ عوام نے تحریک کے اخراجات کے لئے پیسے دینے شروع کر دیئے خواجہ جمال دین بٹ نے بتایا کہ تین ہزار روپیہ نقد اور دو ہزار روپے کے وعدے ہو گئے ہیں۔

جلسہ ختم ہونے سے پہلے عوام کو آئندہ پروگرام کے متعلق بتایا گیا کہ کل یکم مارچ 1953ء صبح 9 بجے جامع مسجد کچہری بازار سے رضا کاروں کا پہلا جتھہ حضرتؒ مولانا مفتی محمد یونس خطیب جامع مسجد شہر لائل پور کی سرکردگی میں کراچی کے لیے روانہ ہوگا۔

عوام سے یہ بھی اپیل کی گئی کہ مجلس عمل کا مرکز عید باغ دھوبی گھاٹ میں ہی ہوگا۔ رضا کار یہاں آکر اپنے اپنے نام پیش کریں گے۔ عید باغ میں مجلس عمل کے دفاتر کے لئے خیمے لگوا دیئے گئے اور ان دفاتر میں کام کرنے کے لیے میاں محمد عالم منہاس لدھیانوی، جناب یعقوب اختر صاحب امرتسری اور فقیر محمد جالندھری کو انچارج بنا دیا گیا ان کی امداد کے لیے رضا کاروں کا ایک چاک و چوبند دستہ متعین کر دیا گیا اور انہیں ہر قسم کی دفتری ضروریات بہم پہنچادی گئیں۔ عید باغ کے کیمپ لگانے میں 28 فروری کا دن صرف ہو گیا۔ کیمپ میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ اپنا نام رضا کاروں میں لکھوا رہے تھے۔ ہمیں زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ تحریک کی کامیابی کا دارو مدار سلجھے ہوئے کارکنوں پر ہے جو تحریک کی قیادت کریں اور اگر یہ کارکن گرفتار کر لئے گئے تو پھر کیا ہوگا۔ اکثر کارکنوں کو کہہ دیا گیا کہ وہ آج کا دن ذرا احتیاط رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ گرفتاری ہو جائے تو بعد میں تحریک چلانے والے ساتھیوں کی بڑی دقت ہوگی یہ ہم مجلس عمل میں طے کر چکے تھے کہ سول نافرمانی کرنے کے لیے مجلس عمل کے ممبران کس ترتیب سے اپنے آپکو پیش کریں گے۔

مجلس عمل کی چند روز پہلے ایک میٹنگ دار العلوم صابر یہ سراجیہ میں ہوئی تھی جس میں یہ تجویز پیش

ہوئی تھی کہ مجلس عمل کے اراکین اپنے آپ کو سب سے پہلے گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ یہ تجویز ایک ترمیم کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ کہ مجلس عمل کے اراکین اپنے نام گرفتاری کے لیے لکھوا دیں لیکن ان کا پہلے دن گرفتاری دے دینا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر روز ایک رکن رضا کاروں کے جتھے کی قیادت کرے اور اس طرح باری باری سب حضرات اپنی قربانیاں پیش کر دیں تا کہ تحریک میں جوش و خروش بھی باقی رہے اور کارکنوں رضا کاروں کو مجلس عمل کے راہنماؤں کی ہمراہی سے ہمت و حوصلہ بھی ہو۔

اس فیصلہ کے مطابق اُستاذی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد یونس رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا نام سب سے پہلے گرفتاری کے لیے لکھوایا۔ دوسرے دن کے لیے مجاہد اسلام حضرت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب نے اپنا نام پیش کیا۔ تیسرے دن کے لیے مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی مہتمم مدرسہ اشرف المدارس اور چوتھے دن کے لیے صاحبزادہ ظہور الحق سجادہ نشین و مہتمم دارالعلوم صابریہ سراجیہ نے اپنا نام پیش کیا غرضیکہ سب حضرات نے اپنے اپنے نام اور اپنے لیے دن مخصوص فرمالئے۔ البتہ حکیم حافظ عبدالمجید صاحب نابینا بی اے اور حضرت مولانا محمد یعقوب نورانی کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ دونوں حضرات بھی ابتداء گرفتاری نہیں دیں گے اور مشیر کی حیثیت سے راقم الحروف کے ساتھ رہیں گے۔ گویا کہ ہم تینوں کے ذمہ یہ بات ڈال دی گئی کہ اہم امور باہمی مشورہ سے طے کر کے تحریک چلائی جائے گی۔ شہر میں سارا دن مکمل ہڑتال رہی ہر جگہ لوگوں کی مختلف ٹولیاں کھڑی تحریک ختم نبوت کے متعلق ہی باتیں کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ لوگوں کو انتہائی افسوس تھا کہ حکومت نے اتنے صحیح اور درست مطالبات کو تسلیم نہیں کیا اور اب حکومت انتہائی ناعاقبت اندیشی کر کے تصادم پر آمادہ ہو گئی۔ لوگوں میں اتنا جوش و خروش تھا کہ ہر آدمی کی تمنا تھی کہ اس بے غیرت قادیانی نواز حکومت سے ٹکر لے کر شہادت کی موت حاصل کی جائے۔ یہ رات خدا خدا کر کے گذری ساری رات شہر ایک عجیب کیفیت میں مبتلا رہا۔ صبح ہوئی شہر تقریباً پھر بند تھا لوگ وقت سے پہلے ہی جامع مسجد میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مجلس عمل کے سب راہنما بھی وقت سے کچھ پہلے ہی پہنچ گئے۔ مسجد کے صحن میں منبر بچھایا گیا اور لاؤڈ سپیکر لگا دیا گیا۔ کارروائی کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت اور حضور سرور کائنات کی نعت پاک سے ہوا۔ جامع مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔ حضرت مفتی محمد یونس رحمتہ اللہ علیہ جامع مسجد میں پہنچے نعرہ ہائے تکبیر سے شہر کی فضا تھرا گئی۔ لوگوں نے حضرت کو پھولوں سے لاد دیا۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ راقم الحروف نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو للکارا کہ آج ہم جس تحریک کو شروع کر رہے ہیں وہ کسی سیاسی و دنیاوی مقصد اور غرض کے لیے نہیں ہے۔ پاکستان میں حضور فداہ ابی و امی کی حرمت و ناموس کے تحفظ اور مسلمانوں کے ملی وجود کو تفرقہ اور انتشار سے بچانے کے لیے شروع کر رہے ہیں۔ ہمارے اکابر نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں جس تدبر حلم اور اتفاق و اتحاد کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی مثال پچھلی کئی صدیوں میں نہیں ملتی آخر میں میں نے کہا کہ اب حق

اور باطل کا معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ ہم اتمام حجت کر چکے ہیں حکومت نے ہماری معقول اور جائز بات کو نہیں سنا۔ وہ ہمیں کچلنے پر آمادہ ہو گئی ہے اور ہم حضور سرور کائنات ﷺ کی خاطر اپنی جانیں تک قربانی کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں ہمیں اب حکومت سے کسی انصاف، رحم اور ہوشمندی کی امید نہیں رہی ہے۔

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہو گی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

لوگ اس قدر جوش اور اشتعال میں آ گئے کہ میں نے محسوس کیا کہ ہمیں اب لوگوں کو زیادہ جوش دلانے کی ضرورت نہیں بلکہ انکے جوش کو قدرے ٹھنڈا رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ نظم و ضبط کے ساتھ قربانیاں پیش کر سکیں اور حکومت کو موقعہ نہ مل سکے کہ وہ تحریک کو بدامنی کی راہ پر ڈال کر تباہ و برباد کر دے۔ میرے بعد حضرت مفتی محمد یونس رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا حاضرین آپ گواہ رہیں کہ آج جب کہ حضور رحمتہ للعلمین کی حرمت و ناموس کے تحفظ کے لیے مجلس عمل نے قوم سے قربانیاں طلب کی ہیں میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حرمت پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر حضور ﷺ کی محبت اور ختم نبوت کے سلسلہ میں میرے جسم کا قیمہ بھی کر دیا گیا تو میرے جسم کی ایک ایک بوٹی سے ختم نبوت زندہ باد کی آواز بلند ہو گی حضرت مفتی صاحب کی تقریر کے بعد مفتی صاحب کی قیادت میں جانے والے قافلے کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔ ریکارڈ میں ان کی ولدیت سکونت اور راہ خدا میں شہید ہو جانے کی صورت میں ورثا کے نام لکھ لئے گئے پیغام تھے اس مبارک قافلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ صاحبان شریک تھے۔

1- حضرت مفتی محمد یونس ولد مولانا محمد اسحاق مراد آبادی۔
2- پروفیسر غلام رسول تمیمی والد چوہدری قادر بخش کونسلر سٹی لیگ منشی محلہ لائل پور
3- چوہدری محمد عالم بٹالوی ولد میاں امام الدین مالک عالم کافی ہاؤس چنیوٹ بازار لائل پور
4- حاجی غلام صادق ولد محمد اسماعیل لدھیانوی گورونانک پورہ گلی نمبر 2 لائل پور
5- راجہ محمد افضل ولد صوبیدار چک نمبر 224۔ ر۔ب لائل پور
6- مولوی محمد زکریا ولد عبدالواحد صاحب گٹی چک نمبر 202 باوے والا لائل پور
7- حاجی خیر محمد ولد منگو صاحب کارخانہ بازار لائل پور
8- حاجی محمد شریف ولد حاجی شہاب الدین سنت پورہ لائل پور

لوگوں نے ان سب شمع رسالت کے پروانوں کو پھولوں سے لاد دیا دیر تک ان حضرات پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتی رہیں بالآخر اس قافلے کو ریلوے اسٹیشن تک پہنچانے کے لیے بہت بڑا جلوس روانہ ہوا

اور محبت وخلوص اور دعاؤں کے نذرانوں کے ساتھ انہیں لاہور جانے والی گاڑی پر سوار کرا دیا گیا۔ تا کہ یہ حضرات وہاں پہنچ کر کراچی روانہ ہو جائیں۔

چوہدری محمد عالم بٹالوی ہمیشہ ہماری جماعت کے ایک اہم ترین ساتھی رہے ہیں وہ مجلس احرار بٹالہ کے منجھے ہوئے کارکن اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے معتمد ترین رضا کاروں میں سے ہیں میں انہیں لائل پور تحریک کے مرکز میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا اور کئی ایسے نازک کام تھے جن کی نگرانی ان کے سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن اس پہلے قافلے میں حضرت مولانا مفتی محمد یونس مرحوم امیر قافلہ کی حیثیت سے جا رہے تھے مجھے بار باران کا خیال آتا تھا کہ آپ اس وادی پرخار کے کبھی مسافر ہی نہیں رہے۔ آپ مراد آباد شاہی مدرسہ اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص شاگرد انتہائی مرنجاں مرنج طبیعت کے عالم دین پہلے حصار کی جامع مسجد کے خطیب رہے اور اس کے بعد میاں نور اللہ کے بڑے بھائی میاں محمد فتح اللہ مرحوم کے توسط لائل پور کی جامع مسجد اور عیدگاہ کے خطیب ہو کر لائل پور آگئے۔ انتہائی ناز ونعمت کی زندگی اور اب وہ حوالاتوں، جیلوں، ہتھکڑیوں، گولیوں اور حکومت کے ظالمانہ تصادم کیطرف جا رہے تھے۔ وہ محض عشق رسولؐ کے جذبہ کے تحت چل پڑے تھے ورنہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ اس راستے کے مصائب کس طرح برداشت کریں گے آخر میں نے دوستوں کے مشورہ سے فیصلہ کیا کہ چوہدری محمد عالم جیسا پختہ کارکن اور رضا کار حضرت کے ساتھ کر دیا جائے تا کہ وہ ان کے شایان شان خدمت کا حق ادا کرتا رہے اور حضرت کا ہر طرح سے خیال رکھے اور انہیں وقت پڑنے پر مناسب مشورے بھی دیتا رہے اس طرح راجہ محمد افضل صاحب جو چک 224 آبادی راجہ غلام رسول کے کھاتے پیتے گھرانے کے چشم و چراغ اور بڑے غیور و جسور نوجوان ہیں۔ ان کو بھی حضرت کے ساتھ بھیجا گیا تا کہ اگر کوئی وقت آجائے تو وہ اپنی جان پر کھیل کر بھی حضرت مفتی صاحب کے مقام و منصب کے احترام کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ بہر حال یہ پہلا مبارک قافلہ تھا جو لائل پور سے تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں روانہ ہوا بعد میں معلوم ہوا کہ سات مزید صاحبان جو حضرت مفتی محمد یونس مرحوم کی فدائی اور مریدین میں سے تھے وہ ہماری اجازت واطلاع کے بغیر گاڑی میں ساتھ گئے اور یہ پندرہ شمع رسالت کے فدائیوں کا قافلہ لاہور اور لاہور سے کراچی کے لیے روانہ ہوگیا۔ آئندہ چل کر بتایا جائے گا کہ لائل پور کے ان صاحبان نے کراچی میں پہنچ کر کیسی کیسی شاندار خدمات سرانجام دیں۔

دو مارچ کے لیے اعلان کر دیا گیا تھا کہ صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ صاحب کی قیادت میں دوسرا جتھہ روانہ ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب صبح سویرے ہی ناموس رسالتؐ پر اپنا سب کچھ بلکہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ جامع مسجد اس کی بیرونی گلیاں انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ تحریک کے دفتر نے ایک

سو رضا کاروں کا قافلہ تیار کر دیا تھا۔ ان کی فہرست بنالی گئی جن پر ان تمام شمع رسالت کے پروانوں کے نام پتے درج کر لئے گئے اس وقت وہ فہرست ہمارے سامنے ہے تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے صرف ان کے نام یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

-1 صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ خطیب جامع مسجد طارق آباد لائل پور
-2 محمد اکرم صاحب ولد رحیم بخش صاحب گلی نمبر 5 وکیلاں کچہری بازار
-3 نور محمد صاحب ولد رحیم بخش صاحب تپلی گھر
-4 عبدالمجید صاحب ولد پیر بخش صاحب تپلی گھر
-5 اللہ بخش صاحب ولد عبدالعزیز صاحب تپلی گھر
-6 سید فرزند علی ولد نصیر علی صاحب تپلی گھر
-7 محمد اسلم صاحب ولد روشن دین صاحب گلی نمبر 6 چنیوٹ بازار
-8 غلام سرور صاحب ولد شیخ فضل الٰہی صاحب چمڑہ منڈی
-9 مہر دین صاحب ولد حاجی مہتاب دین ڈگلس پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر 118
-10 محمد رفیق صاحب ولد حسین بخش صاحب گلی نمبر 3 چنیوٹ بازار
-11 صلاح الدین صاحب ولد غلام محمد صاحب گلی بھوڑے والی نمبر 3 بھوانہ بازار
-12 نذیر محمد صاحب ولد غلام محمد صاحب ڈگلس پورہ گلی نمبر 1
-13 غلام محمد صاحب گلی نمبر 3 چنیوٹ بازار
-14 ظہور احمد صاحب ولد محمد دین صاحب جھنگ بازار دوکان لوہاراں
-15 محمد شفیع صاحب ولد مستری فضل دین صاحب معرفت نیو گلاس ہاؤس ریل بازار
-16 محمد اسلام صاحب ولد فضل دین صاحب معرفت نیو گلاس ہاؤس ریل بازار
-17 مشتاق احمد صاحب ولد جھنڈا صاحب بھوانہ بازار گلی نمبر 3 مکا نمبر S.85
-18 محمد یونس صاحب ولد خدا بخش صاحب ڈگلس پورہ گلی نمبر 1 مکان نمبر P.68
-19 غلام رسول صاحب ولد فتح محمد صاحب ڈگلس پورہ مین بازار
-20 جان محمد صاحب ولد پیر محمد صاحب گورونا نک پورہ گلی نمبر 8 مکان نمبر 181
-21 حاجی اللہ رکھا ولد حاجی غلام محمد صاحب ٹوٹیاں والا کھوکھی آباد مکان نمبر 333
-22 محمد لطیف صاحب ولد غلام محمد صاحب کارخانہ بازار گلی نمبر 2 مکان نمبر P.48
-23 عبدالمجید صاحب ولد عزیز دین صاحب سنت پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر P.143

24- محمد عالم صاحب ولد حاجی عمر دین صاحب سنت پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر P.99

25- محمد شفیع صاحب ولد عبدالکریم صاحب سنت پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر P.137

26- محمد اسماعیل صاحب ولد محمد ابراہیم صاحب سنت پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر P.110

27- حافظ عبدالغنی صاحب ولد مولوی محمد صاحب مسجد قادری سنت پورہ

28- غلام عباس صاحب ولد شاہ محمد صاحب سنت پورہ مین بازار

29- ظفر احمد صاحب ولد کریم بخش صاحب گلی نمبر 2 مکان نمبر P.143

30- عبدالحق صاحب ولد عبدالرحیم صاحب سنت پورہ گلی نمبر 2 مکان نمبر P.100

31- نواب دین صاحب ولد محمد بخش صاحب جھنگ بازار معرفت محمد اسحاق لوہے والے

32- غلام صادق صاحب ولد محمد سرور صاحب سنت پورہ مین بازار

33- محمد احمد صاحب ولد فضل کریم صاحب چنیوٹ بازار گلی نمبر 8 وکیلاں

34- روڑا صاحب ولد محمد دین صاحب سنت پورہ مین بازار

35- مہر دین صاحب ولد اللہ رکھا صاحب ڈگلس پورہ مین بازار

36- محمد عنایت صاحب ولد علی محمد صاحب ڈگلس پورہ مین بازار

37- عبدالغنی صاحب ولد فضل دین صاحب چنیوٹ کچہری بازار

38- محمد لطیف صاحب ولد مولا بخش صاحب گول چنیوٹ کچہری بازار

39- محمد امین صاحب ولد دین محمد صاحب انارکلی بازار گلی نمبر 7 مکان نمبر 137

40- سیف الرحمان صاحب ولد غلام اللہ صاحب بمقام جوڑالورانہ ڈاک خانہ تحصیل و ضلع لائل پور

41- محمد شریف صاحب ولد محمد ابراہیم صاحب محلّہ گوبند پورہ گلی نمبر 4

42- غلام رسول صاحب ولد حافظ نبی بخش صاحب مکان نمبر 259 گلی نمبر 5 گورونا نک پورہ

43- محمد حسین صاحب ولد حاکم دین صاحب مکان نمبر 113 گلی نمبر 11 گورونا نک پورہ

44- غلام رسول صاحب ولد جمال الدین صاحب گول کریانہ

45- شاہ محمد صاحب ولد ہدایت اللہ صاحب بڑی کوٹھی گلی نمبر 4 گوبند پورہ

46- عبدالکریم صاحب ولد محمد بوٹا صاحب نیشنل سلک اینڈ ریے آن ملز

47- ظہور الحسن صاحب ولد محمد نور صاحب تلی گھر کاٹن ملز سنٹر جیل نمبر 2

48- محمد اسلم صاحب ولد محمد انور صاحب محلّہ دھوبی گھاٹ

49- منظور حسین صاحب ولد شیخ اللہ دتہ صاحب چمڑہ منڈی

50- شریف صاحب ولد محمد یعقوب صاحب گوبند پورہ

51- بشیر احمد صاحب ولد نور محمد صاحب مائی دی جھگی

52- لال دین صاحب ولد جنگو خاں صاحب مائی دی جھگی

53- محمد دین صاحب ولد جابے شاہ صاحب محلّہ گورونا نک پورہ گلی نمبر 11 مکان نمبر 113

54- عبدالقدیر صاحب ولد عبداللطیف صاحب کچہری بازار پینٹرز صاحب

55- ماسٹر عطا محمد صاحب ولد سابق سالار محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1

56- مولوی تاج دین صاحب ولد محمد رمضان صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 3

57- محمد اکبر صاحب ولد محمد حسین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 3

58- جمال دین صاحب ولد غلام محمد صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 5

59- محمد اسماعیل صاحب ولد مہتاب دین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 10

60- محمد شریف صاحب ولد چراغ دین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 10

61- محمد شریف صاحب ولد سراج دین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 10

62- معراج دین صاحب ولد خیر دین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 10

63- عبدالمجید صاحب ولد محمد اکبر صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 6

64- محمد شریف صاحب ولد علی محمد صاحب محلّہ ہرچرنپورہ نمبر 1 گلی نمبر 6

65- محمد رشید صاحب ولد علی بخش صاحب محلّہ کارخانہ بازار

66- اللہ دتہ صاحب ولد مولانا بخش صاحب جھنگ بازار گلی نمبر 3 مکان نمبر 4143

67- لال حسین صاحب ولد فرزند علی صاحب محلّہ ہرچرنپورہ

68- سراج دین صاحب ولد چراغ دین صاحب گورونانک پورہ

69- شیخ محمد دین چشتی صاحب ولد عزیز الدین صاحب محلّہ ہرچرنپورہ گلی نمبر 10

70- محمد علی صاحب ولد جیر شاہ صاحب سیلانی چوک لائل پور

71- کریم الدین صاحب ولد رحمت اللہ صاحب جنٹلمین واچ کمپنی کچہری بازار

72- ماسٹر عبدالقادر صاحب ولد اللہ بخش صاحب گورونانک پورہ لائل پور

73- قمر الدین صاحب ولد اللہ دتہ صاحب ڈگلس پورہ لائل پور

74- تاج الدین صاحب ولد فضل محمد صاحب گول صابن کارخانہ بازار

75- عبداللطیف صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب چک نمبر 123 تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور

76- عبدالرشید صاحب ولد نور الٰہی صاحب محلہ سنت پورہ
77- شیر محمد صاحب ولد محمد حسین صاحب محلہ سنت پورہ
78- محمد رفیق صاحب ولد نور دین صاحب محلہ سنت پورہ
79- محمد رمضان صاحب ولد فضل دین صاحب محلہ سنت پورہ
80- عبدالطیف صاحب ولد فضل دین صاحب محلہ سنت پورہ
81- فضل محمد صاحب ولد حیدر علی خاں صاحب گلی وکیلاں
82- محمد شریف صاحب ولد غوث صاحب سمندری ضلع لائل پور
83- محمد جمیل صاحب ولد محمد اعظم صاحب سمندری ضلع لائل پور
84- فضل الرحمٰن صاحب ولد اللہ بخش صاحب سمندری ضلع لائل پور
85- فضل کریم صاحب ولد بڈھا صاحب سمندری ضلع لائل پور
86- محمد صابر صاحب ولد غلام قادر صاحب سمندری ضلع لائل پور
87- محمد شریف صاحب ولد محمد علی صاحب سمندری ضلع لائل پور
88- عبدالرشید صاحب ولد غلام رسول صاحب سمندری ضلع لائل پور
89- محمد اسحاق صاحب ولد محمد یوسف صاحب سمندری ضلع لائل پور
90- محمد اسلم صاحب ولد راجہ سجاول صاحب سمندری ضلع لائل پور
91- عبدالرشید صاحب ولد نور محمد صاحب چک نمبر 73 ضلع لائل پور
92- محمد علی صاحب ولد شہرت دین صاحب سمندری ضلع لائل پور
93- محمد حسین صاحب ولد نبی بخش صاحب سمندری ضلع لائل پور
94- سراج دین صاحب ولد دین محمد صاحب سمندری ضلع لائل پور
95- محمد رفیق صاحب ولد نذر صاحب سمندری ضلع لائل پور.
96- محمد شبیر صاحب ولد محمد شفیع صاحب سمندری ضلع لائل پور
97- محمد حنیف صاحب ولد حاجی حسین علی صاحب سمندری ضلع لائل پور
98- ایاز احمد صاحب ولد چوہدری محمد خاں صاحب ڈچکوٹ
99- محمد علی صاحب ولد محمد عظیم صاحب ڈچکوٹ
100- اللہ رکھا صاحب ولد روڑا صاحب ڈچکوٹ

بہر حال دعائے خیر ہوئی صاحبزادہ صاحب اور رضا کاروں کو پھولوں سے لاد دیا گیا۔ قافلہ روانہ ہوا

الوداع کہنے کے لیے کوئی ایک لاکھ انسانوں کا لہراتا ہوا سمندر ہمراہ تھا جامع مسجد سے ریلوے سٹیشن تک تقریباً ایک میل بمشکل دو گھنٹے میں طے ہوا۔ ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر صاحبزادہ صاحب نے مجمع سے ایک ایمان افروز خطاب کیا۔ اور اپنے عہد کا اعلان کیا کہ ہم ناموس مصطفےٰ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے گھروں سے سروں پر کفن باندھ کر اور سفینے جلا کر نکلے ہیں پاکستان میں ہمارے ہوتے ہوئے ختمی مرتبت کی شان میں کسی کو کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں دی جائے گی خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو سواد اعظم کا مطالبہ تسلیم کرنا ہوگا یا حکومت کی گدی چھوڑ دینا ہوگی نعروں کی گونج اور انتہائی جوش وخروش کے عالم میں صاحبزادہ صاحب کی تقریر ہوئی اسی اثنا میں بتایا گیا کہ لاہور جانے والی ٹرین کا وقت ہوگیا ہے صاحبزادہ صاحب نے تقریر ختم کر دی اور لوگوں کی دعائیں ساتھ لیتے ہوئے گاڑی پر سوار ہو گئے ایک سو رضا کار بھی ہمراہ سوار تھے اس کے علاوہ گاڑی میں تمام سوار مسافر بھی وقتی طور پر تحریک میں شامل لوگ معلوم ہونے لگے۔ نعرے لگ رہے تھے۔ ختم نبوت زندہ باد مرزائیت مردہ باد کی آوازیں گاڑی کے شور وشغب پر غالب آرہی تھی۔ 3 مارچ 1953ء کو تحریک ختم نبوت کے تیسرے دن قافلہ سالار صاحبزادہ ظہور الحق مقرر کئے گئے صبح سے ہی لوگوں کا ایک بہت بڑا اژدھام جامع مسجد میں جمع ہوگیا تھا۔ ایک سو رضا کاروں کا قافلہ ترتیب دیا گیا۔ جامع مسجد کے صحن میں ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا قافلے کو الوداع کرنے کے لیے تحریک کے راہنماؤں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا مولانا محمد یعقوب نورانی مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی اور دوسرے کئی ساتھیوں نے شعلہ نوائی کی آخر میں راقم الحروف نے حکومت کو ایک بار پھر للکارا کہ وہ ہوش کے ناخن لے وہ سوچے کہ وہ مملکت خداداد پاکستان کے منتظم اور متولی ہو کر ارتداد کی حفاظت اور اسلام کے خلاف ہتھکڑیاں سنگینوں کے ساتھ پولیس اور فوج کو لے کر صف آراء ہو گئی ہے۔ مجھے اس حکومت کا وہی حشر نظر آرہا ہے۔ جو اس سے پہلے بڑے بڑے فرعونوں کا جنہوں نے حق کو مٹانے اور باطل کی حمایت کی راہ اختیار کی تھی۔

میری ان دنوں حالت یہ تھی کہ فیصلہ کر لیا تھا کہ حضور ﷺ کے نام اور آپ کی آبرو پر جان نچھاور کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اس لئے دل ودماغ زبان الفاظ بیان کچھ اور ہی طرح ہوگیا تھا خود روتا تھا۔ دوسروں کو رلاتا تھا۔ یہ ایمان پرور اجتماع کوئی دو گھنٹے جاری رہا جلوس روانہ ہوا اور مولانا ظہور الحق کو مشاہدات کے نئے فیصلہ کی روشنی میں لاہور بھیجنے کی بجائے ڈپٹی کمشنر صاحب کے بنگلہ پر بھیجا گیا۔ ابن حسن ڈپٹی کمشنر صاحب تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مولانا صاحبزادہ صاحب ہاروں سے لدے ہوئے، پچیس تیس ہزار شمع ختم نبوت کے پروانوں کے جلوس کے ہمراہ ان کے بنگلہ میں داخل ہوگئے ہیں۔ تو انہوں نے منافقانہ حکمت عملی اختیار کی اور جلوس کے ہمراہ چل پڑے اور سیدھے جیل چلے گئے۔ جیل کے دروازے پر پہنچ کر صاحبزادہ ظہور الحق صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں داخل کر لیا گیا۔ لیکن دوسرے رضا کاروں میں سے چند کو جیل کے

اندر اور باقی رضا کاروں کو بسوں اور ٹرکوں پر بٹھا لیا گیا۔ لوگ یہ سمجھے کہ اب گرفتاریاں مکمل ہو گئی ہیں اس لیے وہ واپس آ گئے لاریوں اور بسوں پر بٹھائے ہوئے، رضا کاروں کو شہر سے دور لے جا کر دور دراز کے دیہات اور جنگلوں میں چھوڑ دیا گیا جو شام تک یا اگلے روز تک پھر تحریک کے مرکز جامع مسجد لائل پور پہنچ گئے۔

صاحبزادہ ظہور الحق صاحب برصغیر کے مشہور بزرگ حضرت مولانا سراج الحق کرنال شریف والوں کے صاحبزادے اور خانقاہ صابریہ سراجیہ لائل پور کے سجادہ نشین ہیں۔ لائل پور کے مشہور مولانا سردار احمد مرحوم انہی کے ولد مولانا سراج الحق صاحب سے بیعت تھے اور اسی تعلق کی بنا پر قیام پاکستان کے بعد مولانا مرحوم صاحبزادہ صاحب کے پاس تشریف لائے قیام فرمایا اور انہی کے مدرسہ دار العلوم صابریہ سراجیہ میں پڑھاتے رہے پھر شاہی مسجد جھنگ بازار میں منتقل ہو گئے اور اپنے مستقل اداروں اور مساجد وغیرہ کا اہتمام کیا۔ صاحبزادہ ظہور الحق محلہ سنت پورہ لائل پور میں قیام پاکستان کے متصل ہی ایک گوردوارہ کے وسیع و عریض احاطہ میں آ کر فروکش ہو گئے معمولی جگہ پر اپنی رہائش رکھ لی اور باقی وسیع و عریض احاطہ میں دار العلوم صابریہ سراجیہ اور اسی طرح صابریہ سراجیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھ دی۔ اس سکول کو بہترین تعلیم و تربیت اور نظم و نسق کے حامل ہونے کی وجہ سے اتنی شہرت ملی کہ یہ تعلیمی ادارہ پنجاب کے مثالی اداروں میں شمار ہونے لگا۔ پھر حضرت صاحبزادہ صاحب نے دوسرے مختلف مقامات پر چھ یا سات ہائی سکول اسی نام سے اور کھولے جو نہایت ہی کامیاب تعلیمی اور تربیتی ادارے ثابت ہوئے جن پر اب حال ہی میں حکومت نے بلا معاوضہ قبضہ کیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب پنجاب کے روایتی صاحب زادوں کی طرح نہیں بلکہ ملک اور قوم کا درد رکھنے والے اور اسلام کی خدمت کرنے والے صرف زبان سے ہی نہیں عمل سے سرانجام دینے والے بزرگ ہیں انہیں آغاز سے ہی تحریک ختم نبوت کے ساتھ بڑی دلچسپی اور ہمدردی تھی۔ لائل پور میں جب تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کی مشترکہ میٹنگ ہوئی تو اس میں شریک ہوئے اور اپنی خدمات تحریک تحفظ ختم نبوت کے لیے پیش کر دیں انہیں مجلس عمل لائل پور کا رکن نامزد کیا گیا اور وہ برابر مجلس عمل کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ جب تحریک ختم نبوت کے نوٹس کی میعاد ختم ہونے کو آئی تو صاحبزادہ صاحب نے اپنے مریدین متبعین اور اپنی جماعت سراجیہ کا اجلاس طلب کیا اور اس میں تحریک کے ساتھ تعاون کا فیصلہ فرمایا اس اجلاس کی کاروائی جو مجھے بحیثیت کنوینر مجلس عمل بھیجی گئی وہ حسب ذیل ہے۔

”آج 25 فروری 1953ء جماعت سراجیہ لائل پور کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت حضرت صاحبزادہ محمد ظہور الحق صاحب چشتی سجادہ نشین دربار سراجیہ مرکزی دفتر جماعت سراجیہ میں منعقد ہوا اور متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے وابستگان سلسلہ سراجیہ کو مجلس عمل کی ہدایات کا منتظر رہنا چاہیے اور پھر پورے جوش و خروش کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہو کر محبت تاج دار رسول خدا ﷺ کا عملی ثبوت دینا چاہیے۔

امیر جماعت سراجیہ حضرت صاحبزادہ نے اعلان کیا ہے کہ وابستگان سلسلہ سراجیہ کا فرض ہے کہ وہ ہر جگہ مجلس عمل کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

سیکرٹری جماعت سراجیہ لائل پور۔

چنانچہ صاحبزادہ ظہور الحق صاحب 3 مارچ کو رضا کاروں اور جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ دوسرے تیسرے روز انہیں جیل سے رہا کر دیا گیا یہ فیصلہ غالباً ان کی بزرگی کے پیش نظر کیا گیا۔ ممکن ہے حکومت کے پیش نظر یہ مصلحت بھی ہو کہ لائل پور کے بریلوی مکتب فکر کا سب سے بڑا ادارہ مولانا سردار احمد صاحب تحریک میں شامل نہیں ہیں اور ان کی وجہ سے بہت سے بریلوی تحریک کے ساتھ تعاون کرنے میں شامل ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی شرکت سے بریلویوں کی مولانا سردار احمد صاحب کے خلاف تلخی بڑھ رہی تھی اسے کم کرنے کے لیے صاحبزادہ صاحب کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ بہرحال جب وہ رہا ہوئے تو مجھے آ کر ملے اور فرمایا کہ میرے لیے اب کیا حکم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو دوبارہ رضا کاروں اور تحریک کے جلوس کی قیادت کر کے گرفتاری پیش کرنی ہے۔ فرمایا کہ میں بالکل حاضر ہوں چنانچہ ایک دن کے بعد آپ پھر رضا کاروں کے ہمراہ جلوس لے کر گئے اور دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن اس دفعہ چند دنوں کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ جس کا صاحبزادہ صاحب یا ہمارے پاس کوئی علاج نہ تھا۔

3 مارچ کو ہی میں جلوس کو الوداع کہہ کر واپس آیا تو مجھے کسی خفیہ ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ابھی ابھی ہوم سیکرٹری اور ڈپٹی کمشنر نے فون پر تبادلہ خیالات کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ آج رات مولانا تاج محمود کو گرفتار کر لیا جائے۔ میں یہ خبر سنتے ہی بٹ موٹرورکس سرکلر روڈ پہنچا اور وہاں سے بس پر بیٹھ کر لاہور پہنچ گیا اور مولانا خلیل احمد قادری جو مولانا ابو الحسنات قادری صدر مجلس عمل کے صاحبزادے اور لاہور وزیر خاں کی مسجد میں تحریک کے قائدین میں شامل تھے ان سے جا کر ملاقات کی۔ میں نے مولانا کو قائل کیا کہ لاہور سے کراچی رضا کار بھیجنے اور صرف کراچی میں تحریک جاری رکھنا ہر طرح ناقبل عمل ہے۔ ہمیں لاہور اور پنجاب کے ہر شہر میں تحریک کو جاری کرنا چاہیے۔ جلوس اور رضا کاروں کے قافلے ریلوے اسٹیشن کی بجائے گورنمنٹ ہاؤس جائیں۔ البتہ کراچی کے لیے رضا کاروں، روپے اور دوسری ہر طرح کی امداد جاری رکھی جائے تا کہ وہاں بھی تحریک جاری رہ سکے۔ مولانا قادری نے میری تجویز سے اتفاق کیا اور کہا کہ ہم خود یہی سوچ رہے تھے۔ آپ نے ہماری تائید کر دی ہے اور اب فیصلہ یہی ہو گا۔

مولانا قادری کے ساتھ چوہدری ثناء اللہ بھٹہ۔ مولانا بہاؤ الحق قاسمی۔ اور دوسرے لوگ قیادت کر رہے تھے۔ لیکن میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مولانا خلیل احمد قادری سے عرض کیا کہ حضرت تحریک کو پر امن رکھنا ہمارا فرض ہے اور ہمارے مفاد میں ہے۔ یہ حکومت کی کوشش ہو گی کہ توڑ پھوڑ ہو جائے، گاڑیاں روکی

جائیں۔ بسیں جلائی جائیں تاکہ حکومت کو ظلم اور تشدد کا موقعہ مل جائے اور تحریک کو تشدد کے ذریعے کچل دیا جائے۔ شام کو میں لائل پور واپس آگیا۔ گھر کہہ دیا کہ آج رات کو میں نہیں آؤں گا۔ البتہ پولیس آئے گی اسے بتادینا کہ مولانا گھر نہیں ہیں بلکہ جامع مسجد کی بالائی منزل اپنے دفتر میں ہیں۔

میں رات کو حاجی غلام حسین بٹ مرحوم کے گھر پہنچ گیا وہیں چوہدری محمد عالم منہاس اور تحریک کے ضروری ضروری کارکنوں کو بلالیا گیا اور رات گئے تک مشاورت ہوتی رہی۔ رضا کاروں کی فہرستیں۔ ان کے لیے روٹی، ٹھہرنے کا انتظامات۔ روپیہ کی فراہمی وغیرہ کے معاملات پر غور کیا گیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ رات کو میرے مکان واقع ریلوے کالونی کو پولیس کی بھاری جمعیت نے تین گھنٹے تک گھیرے رکھا ہے۔ بچوں کو پریشان کیا گیا۔ گھر کی تلاشی لی گئی اور جب یقین ہوگیا کہ میں گھر میں نہیں ہوں تو واپس تشریف لے گئے۔

3 مارچ 1953ء کا ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ اس روز خواجہ جمال دین بٹ صدر مجلس احرار اسلام لائل پور کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ خواجہ جمال دین بٹ امرتسر کے پرانے احرار کے کارکن ہیں قیام پاکستان کے بعد لائل پور میں آباد ہوئے تقسیم ملک کے اثناء امرتسر میں بڑے سخت فسادات ہوئے تھے۔ امرتسر شہر پورے ملک میں خاص اوصاف کا شہر تھا۔ وہاں کے لوگ بہادر۔ جذباتی اور انقلابی طبیعت کے تھے۔ فسادات کیا ہوئے۔ باقاعدہ جنگیں ہوئیں اس عرصہ میں خواجہ جمال دین بٹ نے بڑی قابل قدر خدمات سر انجام دی تھیں اور انسانیت نوازی میں انہیں بڑی شہرت اور عزت حاصل ہوئی۔ لائل پور آئے تو جماعت کے دوستوں نے انہیں مجلس احرار اسلام کا صدر اور مولانا عبید اللہ صاحب کو جماعت کا جنرل سیکرٹری منتخب کرلیا۔ 1953ء کی تحریک تک یہی لوگ جماعت کے عہدیدار رہے۔ خواجہ صاحب مقرر نہ تھے بلکہ خاموش ورکر تھے۔ اگرچہ انہوں نے کوئی نرم گرم تقریر نہ کی تھی لیکن جماعت کے ذمہ دار راہنماء تھے اس کے علاوہ ان کے میرے ساتھ گہرے روابط تھے اس زمانہ میں وہ بٹ موٹر ورکس کے حصہ دار تھے اور ہمارا وہاں آنا جانا سی آئی ڈی نوٹ کررہی تھی اس لیے پکڑ لئے گئے۔ بہر حال 3 مارچ کا دن گذر گیا۔ مولانا مفتی محمد یونس صاحب صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ اور صاحبزادہ ظہور الحق صاحب سجادہ نشین حضرت مولانا سراج الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان تین دنوں میں گرفتار ہونے والے رضا کاروں کے قافلوں کی قیادت کرتے ہوئے اپنی گرفتاریاں پیش کرچکے تھے۔ جب 3 اور 4 مارچ کی درمیانی شب حکومت مجھے گرفتار کرنے میں ناکام ہوگئی تو اب تحریک کو دبانے کے لیے کچھ فیصلے کئے گئے۔ چنانچہ 4 مارچ 1953ء کو حکومت نے صبح سویرے ہی منادی شروع کردی کہ پورے ضلع کی حدود میں جلسوں اور جلوسوں پر دفعہ 144 کے تحت پابندیاں عائد کردی گئیں ہیں۔ جو شخص قانون شکنی کا مرتکب ہوگا اس کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔

ہم نے حسب معمول 9 بجے سے پہلے پہلے تحریک کے مرکز مسجد میں گرفتاری کے لئے 100

رضا کاروں کا قافلہ تیار کرلیا اور تحریک کے چوتھے قافلہ سالار مولانا عبدالرحمٰن ہزارویؒ کو جامع مسجد میں بلالیا۔ حکومت کی طرف سے دفعہ 144 کے نفاذ کے اعلان نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بے پناہ ہجوم جامع مسجد میں جمع ہوگیا۔

تحریک کے انچارج کی حیثیت سے اور کسی حد تک گرفتاری سے محفوظ رہنے کے لیے میری رہائش جامع مسجد کی بالائی منزل میں تھی۔ رہائش کیا تھی پورا اسکرٹریٹ تھا۔ جامع مسجد کے عقب میں چترال ہاؤس کی طرف سے کھلنے والے دروازے سے اوپر جانے والی سیڑھیوں کے اوپر جا کر دو کمروں میں باقاعدہ 24 گھنٹے کا دفتر اور عملہ کام میں مشغول رہتا۔ میں نے اور مجلس عمل کے جو ممبران باہر رہ گئے تھے ہم نے باہم مشورہ کیا کہ دفعہ 144 کے متعلق کیا کرنا ہے لوگوں کے ہجوم اور جوش وخروش نے راہنماؤں کے خون کو بھی گرمایا ہوا تھا سب نے یہی مشورہ دیا کہ دفعہ 144 کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی جائیں۔

ہم اللہ کا نام لے کر نیچے اترے اور جلسہ شروع ہوا بڑی ولولہ انگیز اور ایمان پرور تقاریر کے بعد کوئی ایک لاکھ انسانوں کا سمندر جامع مسجد سے نکلا آج کا ہجوم اور جلوس بہت بڑا تھا اور اس کی ایک وجہ دفعہ 144 کی ضد تھی دوسری وجہ یہ بھی کہ مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی کا اس زمانے میں دیوبندی مکتب فکر میں بہت احترام تھا اور وہ لوگ انہیں الوداع کہنے کے لئے آئے ہوئے تھے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے میں گئے۔ ڈپٹی کمشنر جلوس کے ہمراہ جیل تک گئے۔ مولانا اور رضا کاروں کو گرفتار کرلیا گیا اور انہیں جیل میں بھیج دیا گیا۔ یہ تحریک کا چوتھا روز تھا شہر کے علاوہ ضلع کے قصبوں اور دیہات سے بے شمار رضا کار سروں پر کفن باندھے جامع مسجد میں پہنچ رہے تھے۔ کوئی دو تین ہزار آدمیوں کا کھانا ایک وقت میں پکایا جانے لگا۔ اب ہم نے سوچا کہ اگر 100 رضا کار روزانہ پیش کئے جانے لگے تو ان رضا کاروں کی باری کب آئے گی اور جو لوگ مزید آرہے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ فیصلہ کیا گیا کہ دن میں دو بار جلوس نکلے اور گرفتاریاں پیش کی جائیں۔ ایک 10 بجے صبح اور دوسرا ظہر کی نماز کے بعد اس نئے فیصلہ کی روشنی میں 4 مارچ کو ہم نے ایک دوسرا جلوس ترتیب دیا۔ ظہر کی نماز کے بعد مختصر جلسہ ہوا اور جلوس 100 رضا کاروں کو لے کر چل دیا۔

یہ جلوس حسب معمول ڈپٹی کمشنر صاحب کے بنگلہ پر پہنچا رضا کاروں کو وہیں بظاہر گرفتار کرلیا گیا لیکن انہیں جیل کے پھاٹک پر لے جا کر زدوکوب کیا گیا۔ 15 رضا کار زخمی حالت میں میرے پاس مرکز میں واپس پہنچ گئے باقی رضا کاروں کو مار پیٹ کر ان سے نقدی وغیرہ چھین لی گئی اور انہیں جڑانوالہ کے قریب لے جا کر جنگلوں میں چھوڑ دیا گیا۔ رانا جہانداد خان لائل پور میں ایس پی تھے میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ آپ کے جس اے ایس پی نے آج جیل کے قریب میرے رضا کاروں کو زدوکوب کیا اسے فوراً یہاں سے تبدیل کیا جائے یہ شخص اگر کل تک یہاں ہوا تو اسے نہ صرف رضا کاروں کو زدوکوب کرنے کی سزا دی جائے

گی بلکہ لاہور کراچی اور ڈھاکہ میں گولیوں سے جن طالب علموں کو شہید اور زخمی کیا ہے ان کا بدلہ بھی اس سے لے لیا جائے گا۔

میں نے رانا صاحب پر واضح کر دیا کہ جس تحریک کو عوام کی اتنی زبردست حمایت حاصل ہو اس کے رضا کاروں پر تشدد کے لیے جو ہاتھ اٹھے گا توڑ دیا جائے گا۔

رانا صاحب بڑے سمجھ دار آدمی تھے انہوں نے مجھے اسی وقت پیغام بھیجا کہ ایسے واقعات کا اعادہ نہیں ہوگا اور اس پولیس افسر کو پولیس لائن میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

5 مارچ کو بھی دن میں دو دفعہ 100، 100 رضا کاروں کے جتھے زبردست جلوسوں کے ہمراہ جاتے رہے اور گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔ آج کے جتھے کی قیادت ڈجکوٹ کے غلام رسول صاحب نے کی۔ اسطرح باہر دیہات سے بھی لوگ جلوسوں کی شکل میں شہر پہنچتے رہے اور دن خیریت سے گذر گیا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ البتہ لائل پور کے مقامی روزنامہ غریب اخبار میں مولانا سردار احمد صاحب کا ایک بیان شائع ہوا جس میں لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔ ہم خود ہر جلوس روانہ ہونے سے پہلے لوگوں کو پرامن رہنے کی تاکید کرتے تھے یہ بیان عوام میں چہ میگوئیوں کا باعث بنا رہا اس بیان کے دونوں مطلب لئے جاسکتے تھے اس لئے لوگ اپنے اپنے خیال کے مطابق مطلب نکالتے رہے۔ کچھ کا خیال تھا کہ وہ تحریک کے مخالف ہیں اس لئے انہوں نے دبے الفاظ میں پرامن کے الفاظ سے مخالفت کا اظہار کیا ہے اور کچھ کا خیال تھا۔ کہ پرامن رہنا ہی ٹھیک بات ہے اس لئے انہوں نے ٹھیک بات کہی ہے۔ اس بیان کا پس منظر کیا تھا۔ ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہی ہم نے اس بیان کے متعلق کوئی خاص تاثر قائم کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی اسے اپنے محاذ میں کوئی اہمیت دی کیونکہ اس میں کھل کر ہماری مخالفت نہ تھی۔

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دنوں میں تحریک کے لیے ایک فنانس کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ بہتر ہے کہ میں اس کا تذکرہ ابتدا ہی کرتا جاؤں۔

پہلے روز تحریک کا جلسہ عید باغ میں ہوا تو احقر نے اپنی جوشیلی تقریر میں جہاں عوام کو تحریک کے لیے جانی قربانی پیش کرنے کے لیے کہا وہاں مالی امداد کی بھی اپیل کی۔ کافی رقم کے وعدے ہوئے لیکن جو اسی وقت سٹیج پر روپیہ جمع ہوا وہ تین ہزار کے قریب تھا جسے ہم نے مجلس احرار لائل پور کے خزانچی شیخ خیر محمد صاحب کے سپرد کر دیا۔ شیخ خیر محمد صاحب چمڑہ منڈی امین پور میں چمڑے کا کاروبار کرتے ہیں لاکھوں پتی اور انتہائی شریف النفس نیک طبیعت اور دیانت دار ساتھی ہیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ صاحب کے خاص معتقدین میں سے ہیں۔

دو تین دن تک تحریک کا حساب انہی کے پاس رہا۔ تیسرے یا چوتھے روز مولانا عبد الرحمٰن ہزاروی

کی پارٹی کے ایک صاحب نے علیحدگی میں مشورہ دیا کہ ہزاروں رضا کار مسجد میں پہنچ رہے ہیں۔ آپ کے ساتھی ایک ایک کر کے گرفتار ہو رہے ہیں آپ کے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں پولیس آپ کو آخر کار گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگی۔ کراچی بھی قافلے جا رہے ہیں۔ یہاں بھی کام ہو رہا ہے بہت زیادہ اخراجات کی ضرورت ہے آپ مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مخیّر شہریوں کی ایک مالیاتی سب کمیٹی بنا دیں جو آمد و خرچ کی ذمہ دار ہو اور مالیاتی کمیٹی میں ایسے لوگ ہوں جو اپنے پاس سے بھی خرچ کرنے والے ہوں۔ میں نے تجویز سے اتفاق کیا اور تین باتوں کے پیش نظر مالیاتی سب کمیٹی بنانے پر رضا مند ہو گیا۔

1- مسلمان قوم چندے اور حساب کتاب کے معاملے میں بڑی عجیب و غریب واقع ہوائی ہے۔ مخلص سے مخلص کارکن اور راہنماء پر بھی چندہ خوری کا الزام عائد کر دینا معمولی بات ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ جماعتوں میں اکثر بے ایمان قسم کے کارکنوں کا دامن اس گندگی سے بچا رہے گا اور کسی بدباطن شخص کو ان کے ایثار قربانی اور زندگی کا داغ دار کرنے کا موقع یہ نہیں ملے گا۔

2- تحریک کے اخراجات کی بہتات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مخیّر لوگوں کی ایک جماعت اس کام کو سرانجام دے سکتی ہے۔

3- خدانخواستہ اگر تحریک ناکام بھی ہو جائے گی اور کوئی دوسرا شخص مالی امداد دینے والا نہ رہے گا تو کم از کم یہ لوگ اپنے پاس سے ہی تحریک کے مالی تقاضوں کو پورا کرتے رہیں گے۔

چنانچہ میں نے اجلاس طلب کیا اور اس میں حسب ذیل مخیّر حضرات کی ایک مالیاتی سب کمیٹی بنا دی۔ حاجی عبد العزیز لدھیانوی۔ حاجی محمد اسماعیل لدھیانوی۔ حاجی محمد ابراہیم لدھیانوی۔ مستری عبد الرشید لدھیانوی۔ حاجی عمر دین۔ شیخ محمد عمر چنیوٹی۔ شیخ محمد رفیق چنیوٹی۔

اس کمیٹی کو رسید بکیں چھپوا لینے اور رقوم وصول کر کے رسیدیں جاری کرنے کا اختیار دیا گیا اور حساب کتاب کا مکمل طور پر انچارج بنا دیا گیا اور انہیں یہ کہہ دیا گیا کہ وہ اہم اخراجات کے لیے مجھ سے مشورہ کر لیا کریں گے۔

ایک اور اہم واقعہ تحریک کے ابتدائی دنوں میں یہ ہوا کہ تحریک کے معاونین کو ہراساں کرنے اور انہیں تحریک کے تعاون سے علیحدگی پر مجبور کرنے کے لیے حکومت نے بعض ساتھیوں کے مکانوں اور دوکانوں کی الاٹمنٹوں کی منسوخی کے احکامات جاری کرنا شروع کر دیئے۔ جب یہ بات میرے نوٹس میں آئی تو میں نے حکومت کو جھنجھوڑا اور اسے نمرود کی خدائی سے تعبیر کرتے ہوئے حکومت کو عقل کے ناخن لینے کو کہا۔ میں نے لوگوں سے بھی اپیل کی کہ وہ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور حکومت کی ان کمینہ حرکتوں سے پریشان نہ ہوں اور نہ ہی کوئی برا اثر قبول کریں اس سلسلہ میں حکومت کا نمونہ کے طور پر ایک حکم یہاں نقل کیے دیتا ہوں۔

اجلاس ڈپٹی کمشنر بحالیات لائل پور

مقدمہ الاٹمنٹ دوکان نمبر 2-3 لائل پور بنام حاجی سلطان احمد، محمد دین کریانہ والے لائل پور 9 بجے ہمارے روبرو حاضر ہو کر وجہ ظاہر کریں کہ کیوں نہ آپ کو دوکان مذکورہ حاضری کاروائی ضابطہ عمل میں لائی جائے گی۔ 5-3-53 انسپکٹر تعمیل کرائیں۔

سراج الدین نائب انسپکٹر پولیس

(مہر) برائے ڈپٹی کمشنر بحالیات لائل پور

حکومت نے یہ ایک ایسا حربہ استعمال کیا جس سے لوگوں کا پریشان ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ مشورہ کے بعد معززین شہر کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر صاحب لائل پور کے پاس بھیجا گیا۔ اوران سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ الاٹمنٹوں کی منسوخی کے سلسلہ کو بند کردیں اور اس طرح کے کمینہ حربوں سے لوگوں کو ہراساں نہ کیا جائے۔ ورنہ تلخی بڑھ جائے گی۔ اورشہر میں اس کا شدید ردعمل ہوگا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کا دماغ درست ہوگیا انہوں نے وفد کو یقین دلایا کہ ایسا نہیں کیا جائے گا وفد نے مطالبہ کیا کہ آپ تحریری طور پر یقین دہانی کرائیں تاکہ ہم آپ کی تحریر مولانا تاج محمود کو دکھاسکیں۔ اور وہ لوگوں کو مطمئن کرسکیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے وفد کو ایک تحریر لکھ کر دی جس کے الفاظ حسب ذیل تھے۔

از دفتر ڈپٹی کمشنر لائل پور

ختم نبوت کی تحریک کے چند معززین کا ایک وفد آج صبح مجھے ملا۔ انہوں نے بتایا کہ متروکہ جائیداد کے قابض کو اس وجہ سے نوٹس بے دخلی دیئے جارہے ہیں کہ وہ تحریک میں حصہ لے رہے ہیں محض سیاسی بناء پر کوئی نوٹس نہیں دیا جارہا۔ جو کہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا جو موجودہ نوٹس جاری کیا گیا ہے اسے منسوخ تصور کیا جائے۔

دستخط انگریزی ڈپٹی کمشنر بحالیات مورخہ 7-3-53

ایک اور بات جس کا تذکرہ ابتداء ہی میں کردینا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہم کراچی رضا کار بھیجنے کے علاوہ لائل پور میں مقامی طور پر بھی سول نافرمانی کی تحریک چلائیں گے تو سید ابن حسن ڈپٹی کمشنر لائل پور نے جلوسوں میں لاکھوں انسانوں کی شرکت دن میں دو دفعہ رضا کاروں کے قافلوں کی روانگی اور عوام میں تحریک کی ہمدردی میں بے پناہ جوش وخروش کو دیکھ کر حکومت سے درخواست کی کہ اسے فوج کی امداد دی جائے۔ چنانچہ 4 اور 5 مارچ کی درمیانی شب 9,8 پنجاب رجمنٹ کی ایک بٹالین فوج لائل پور پہنچ گئی۔ یہ بٹالین غالباً کیمبل پور سے لائل پور پہنچی تھی اوراس کا تعلق توپخانہ سے تھا۔ اس کے انچارج کرنل حبیب تھے۔ کرنل صاحب چک جھمرہ سے متصل رہنے والے ایک مشہور مرزائی خاندان عصمت اللہ کے

عزیز تھے اور خود بھی مرزائی تھے۔ لائل پور پہنچنے سے ایک رات قبل اس بٹالین نے ربوہ کے قریب پڑاؤ کیا تھا اور کرنل حبیب صاحب ربوہ میں اپنے پیرومرشد مرزا بشیر الدین محمود اور دوسرے مرزائی راہنماؤں سے ملاقات کرکے آئے تھے۔ اس بٹالین کے لائل پور پہنچتے ہی چند مسلمان سپاہی میرے پاس جامع مسجد میں خفیہ طور پر ملاقات کے ذریعے مجھے کرنل حبیب صاحب اوراس کی سرگرمیوں میں عزائم سے آگاہ کرگئے اور مستقل رابطہ رہنے کا بھی وعدہ کرگئے۔

کرنل حبیب کے آتے ہی سید ابن احسن ڈپٹی کمشنر صاحب لائل پور کا رویہ انتہائی سخت ہوگیا۔ اور وہ فوج کے آنے کے دودن کے اندر بالکل بدل گیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے پہلے خود فوج میں میجر تھا ایک سابق فوجی افسر ہونے کی وجہ سے نہایت صاف دل دماغ کا آدمی تھا سخت گو ہونے کے باوجود ہم لوگوں سے اس کا رویہ کوئی اتنا نامعقول نہ تھا۔ بلکہ فروری کے آخری ہفتہ میں جب تحریک شروع ہونے ہی والی تھی اس نے ایک رات مجھے اپنے بنگلہ پر بلوایا اور مجھے کہا کہ آپ کیا کرنے والے ہیں میں نے اسے بتایا کہ ہم کچھ نہیں کرنے والے ہمارے مطالبات مذہبی مطالبات ہیں۔ معقول مطالبات ہیں اورانہیں ملک کی بہت بڑی اکثریت کی حمایت حاصل ہے وہ پورے ہونے چاہئیں تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ بالفرض اگر حکومت کسی مجبوری یا مصلحت کے باعث یہ مطالبات نہ مانے تو پھر کیا ہوگا۔ میں نے کہا راست اقدام کی تحریک ہوگی۔ وہ فرمانے لگے وہ کیا ہوگی میں نے کہا کہ سول نافرمانی ہوگی جس میں ہمارے روزانہ کچھ رضا کار اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا کریں گے۔

ابن حسن صاحب نے کہا کہ مجھے بڑی فکر ہے کہ یہ شہر صنعتی شہر ہے یہاں لیبر ہے بے کار اور بے روزگار لوگ بھی بہت ہیں آپ کی جماعت کا کافی زور ہے۔ اگر ساڑ پھونک یا توڑ کی پالیسی اختیار کی گئی تو خدا جانے اس خوبصورت شہر کا کیا بنے گا۔ میں نے کہا کہ توڑ پھوڑ اور ساڑ پھونک ہماری پالیسی نہیں ہے۔ تحریک پرامن گرفتاریوں تک محدود رہے گی اور کوئی توڑ پھوڑ نہ ہو۔ کوئی لوٹ مار نہ ہو کوئی شخص قتل نہ ہو آگے جو اللہ کو منظور رہے ہوگا۔

اب کرنل حبیب مرزائی فوجی افسر تھے انہوں نے ابن حسن صاحب کو تحریک اور مولانا تاج محمود دونوں کا نیا معنی مطلب سمجھایا اور دونوں کا ایک بھیانک تصور اسکے دماغ میں بٹھادیا۔ فوجی کو فوجی بات اپیل کرگئی اوراس کا دماغ بالکل ہی پھر گیا۔

6 مارچ 1953ء کو یعقوب بٹ کی زیر قیادت رضا کاروں کا جتھا اور جلوس ریل بازار سے ہوتا ہوا ڈپٹی کمشنر صاحب کے بنگلہ میں پہنچا۔ صرف پچاس رضا کاروں کو گرفتار کیا گیا۔ دوسرے لوگوں کو ادھر ادھر لے جاکر چھوڑ دیا گیا۔

ظہر کی نماز کے بعد دوبارہ جلوس گیا۔ تو رضا کاروں کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ دور دراز جنگلوں میں چھوڑ آئے۔ اور ڈی سی صاحب نے مجھے پیغام بھجوایا کہ آئندہ میرے بنگلہ پر رضا کار نہ بھیجے جائیں میرے معصوم بچے نے آج اتنے دنوں سے دودھ نہیں پیا وہ ڈرتا ہے۔ رات کو بچے سوتے نہیں ہیں اگر آپ لوگ نیک نیت ہیں اور ملک دشمن نہیں اور اگر آپ کا مقصد گرفتاریاں دینا ہی ہے تو یہ جلوس جامع مسجد سے کوتوالی جایا کرے میں نے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور جلوس کا راستہ حکومت کے مطالبہ کے مطابق کر دیا۔

6 مارچ کو ہی شہر کے ایک محلہ مائی کی جھگی میں جھگڑا ہوا یہ علاقہ شہر سے دو میل باہر ہے شہر کی ایک بیرونی آبادی کہہ لیجئے وہاں پولیس پہنچ گئی۔ میں نے آدمی بھیجے تحقیقات کرائی۔ مجھے شبہ ہوا کہ اس جھگڑے کی تہ میں کوئی سازش کار فرما تھی شہر سے دو میل دور کسی جلسے جلوس کا ہمارا کوئی پروگرام ہی نہ تھا۔ دونوں پارٹیاں پولیس کے زیر اثر تھیں ایک نے تحریک ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا دوسری نے مردہ باد کہا اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا پولیس پہنچ گئی ڈی سی صاحب نے رات کو ہوم سیکرٹری سے گولی چلانے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ تحریک کو تشدد کے ذریعہ ہی دبایا جا سکتا ہے۔ ورنہ اسے روکنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے لوگ پر امن ہیں رضا کار گرفتاریاں دے رہے ہیں اگر سب کو گرفتار کریں تو گنجائش نہیں نہ کریں تو کریں کیا۔ ہوم سیکرٹری پنجاب نے ڈی سی صاحب کو تشدد کرنے کی اجازت دے دی لیکن یہ ہدایت کی کہ شہر سے باہر جہاں عوام کا اژدہام نہ ہو بچ کر طاقت استعمال کی جائے۔ ڈی سی اور ہوم سیکرٹری صاحب کے درمیان رابطہ فون کے ذریعہ تھا۔ اور مجھے محکمہ فون ٹیلیفون کے ساتھیوں کی حمایت حاصل تھی ایک ایک منٹ کی خبریں مجھے پہنچ رہی تھیں۔

7 مارچ کی صبح ہوئی تو میرا دل ڈر رہا تھا کہ اب یہ بے گناہوں کو تڑپانے کا فیصلہ کر چکے ہیں خدا جانے کیا ظلم کریں گے میں نے شہر کی تمام مساجد میں خطیب صاحبان کو چٹھیاں بھجوائیں کہ وہ اپنی اپنی مسجد کے لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کریں کہ کوئی شخص مرکزی دفتر کے علاوہ کوئی جلوس نعرہ بازی نہ کرے سول نافرمانی کی تحریک کا مرکزی دفتر جامع مسجد میں ہے وہیں جلسہ ہو گا وہیں جلوس نکلے گا اور وہیں سے رضا کار گرفتاریوں کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ 7 مارچ صبح 9 بجے جامع مسجد میں جلسہ شروع ہوا میرا گلا بیٹھا ہوا تھا مسلسل تقریریں اور کئی راتوں سے آرام نہ کر سکنے کے باعث آواز خراب تھیں اس لئے ہزاروں کا مجمع تھا میں نے جلوس کے راستہ کے بدل دینے کا اعلان کیا حکومت کے مذموم ارادوں سے عوام کو خبردار کیا اور مرکزی جلوس کے علاوہ محلہ میں چھوٹے چھوٹے جلوسوں اور سرکاری سازشوں سے لوگوں کو آگاہ رہنے کی تلقین کی آج کے جلوس کی قیادت گوجرہ کے مولانا عبدالکریم صاحب کر رہے تھے اسی جلوس کے ہمراہ شیخ بشیر احمد صدر سٹی مسلم لیگ اور لائل پور کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد صاحب انوری بھی تھے 100 رضا کاروں کا قافلہ اور کوئی ایک لاکھ انسانوں کا جلوس کوتوالی جا پہنچا گرفتاریاں ہو گئیں۔

مقامی طور پر تحریک چلانے کے علاوہ ہم مرکزی راہنماؤں کے فیصلہ کے مطابق برابر کراچی رضا کار بھیج رہے تھے ہر دوسرے روز ایک سو رضا کاروں کا قافلہ کراچی کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ کراچی میں تحریک کو جاری رکھنے کے لیے بڑے ثابت قدم اور پختہ قسم کے رضا کاروں کا انتخاب کرنا ہوتا پھر ان کے لیے ہر قسم کے ساز و سامان کی تیاری بڑی ضروری ہوتی تھی اس لئے ایک دن ناغہ اور دوسرے روز قافلہ جاتا پھر ان رضا کاروں کو بالکل خفیہ بھیجنا ہوتا تھا تا کہ مقامی حکام کو کچھ علم نہ ہو سکے تا کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں یہیں روک لیا جائے یا راستے میں اتار لیا جائے بڑی احتیاط سے یہ کام ہوتا تھا۔

7 مارچ کو کراچی کے لیے ایک سو رضا کاروں کے قافلہ نے بھی روانہ ہونا تھا۔ دوپہر سے پہلے قافلہ کی روانگی جلوس اور گرفتاریوں میں فارغ ہو کر ہم نے ایک سو رضا کار بالکل سادہ لباس میں ریلوے اسٹیشن پر جانے کے لیے کہہ دیا تا کہ وہ متفرق طور پر چناب ایکسپریس کے وقت تک اسٹیشن پر پہنچ جائیں ان رضا کاروں کو دوپہر کا کھانا جامع مسجد میں کھلا دیا گیا تھا رات کے لیے روٹیاں اور خشک قسم کا سالن علیحدہ اسٹیشن پر بھیج دیا گیا اس کے علاوہ بھنے ہوئے چنے کی بوریاں علیحدہ بھیج دی گئیں گڑ کی چھوٹی بوری الگ بھیج دی گئی ان کے 25,25 رضا کاروں کے دستے بنائے گئے ہر پچیس آدمیوں میں ایک کو اس دستے کا سالار بنایا جاتا اور ان کے لیے ایک انچارج سالار ہوتا تھا ہر رضا کار کی جیب میں پانچ روپے اور سالار کی جیب میں ایک سو روپیہ اور انچارج سالار کی جیب میں پانچ سو روپے ڈال دیئے جاتے تا کہ گرفتاری تک کے وقت میں انہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ ہمارے یہ رضا کار ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے انتظار میں تھے ہم نے ظہر کے بعد جلسہ جلوس کا پروگرام حسب سابق مکمل کیا گرفتاریاں دے کر واپس اسٹیشن کا پروگرام معلوم کیا گاڑی کچھ لیٹ پہنچی اور تمام رضا کار اور ان کے سالار معہ سامان وغیرہ کے گاڑی میں سوار ہو کر خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد اچانک خبر آئی کہ ریلوے اسٹیشن جھال خانوالے والے پھاٹک کے قریب پولیس والے گولی چلا رہے ہیں کئی لوگ شہید اور کئی زخمی ہو گئے ہیں سخت صدمہ ہوا یہ صدمہ کم از کم میرے لیے بالکل متوقع تھا میں رات سے ہی ڈپٹی کمشنر اور ہوم سیکرٹری کی باہمی گفتگو سے مطلع ہو چکا تھا۔

اب میرا خیال ادھر گیا کہ گاڑی میں ہمارے ایک سو رضا کار سوار تھے حکومت کو ان کی خبر ہو گئی ہو گی اس لئے حکومت نے پھاٹک پر گاڑی کو روک کر انہی لوگوں پر گولی چلائی ہے میں نے اپنے سیکرٹری مسٹر شہزاد کو بھیجا کہ تم خود جاؤ اور فوراً سرسری جائزہ لیکر آؤ کہ کیا ہوا ہے لوگ دوڑتے ہوئے میرے پاس پہنچ رہے تھے چیخ و پکار اور ایک واویلا بلند ہو رہا تھا لوگ مشتعل تھے کہ حکومت نے ڈرامہ کیا ہے اور بہانہ بنا کر گولی چلائی ہے اور کئی ماؤں کے لال شہید کر دیئے ہیں۔

کچھ دیر بعد شہیدوں کو اٹھا کر جامع مسجد میں لے آئے ان کی چارپائیاں ایک دوسرے کے پہلو

میں رکھ دی گئیں شہر میں کہرام مچ گیا لوگ آرہے تھے انہیں پہچان رہے تھے بالآخر مغرب کی نماز تک تین شہیدوں کے گھروں اور ورثاء کا پتہ چل گیا۔ چوتھے جو ایک نوجوان تھے ان کی شناخت نہ ہو سکی اور عشا کی نماز کے بعد تک اس کا کوئی والی وارث نہ آیا۔ وہ رات ہمارے لئے انتہائی مصیبت کی رات تھی۔ کوئی دو اڑھائی ہزار رضا کار تھے جو مسجد میں مقیم تھے سب نے یہ رات جاگ کر کاٹی۔ کچھ نفلیں پڑھتے رہے اور کچھ کلمہ طیبہ کے بلند آواز ذکر میں شامل رہے۔ شہر کے بے شمار لوگوں نے بھی یہ رات مسجد میں ہی گزاری ایک ایسی غم انگیز کیفیت تھی جسے بیان نہیں کیا جاسکتا عشاء کے بعد میرے دفتر میں میرے ایک پرانے ساتھی سید معظم علی شاہ صاحب تشریف لائے۔ شاہ صاحب ایبٹ آباد کے قریب بانڈھ پیر خاں کے رہنے والے ہیں وہ آج کل امین پور بنگلہ ضلع جھنگ کے قریب رہتے ہیں۔ ان دنوں وہ لائل پور کے قریب کے کسی گاؤں میں تھے۔ اس وقت چالیس سال عمر ہوگی فدائی قسم کے مسلمان ہیں پہلے بھی تحریک کشمیر اور تحریک پاکستان وغیرہ میں حصہ لے چکے تھے۔ انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں قید و بند کی تکلیفیں بھی برداشت کر چکے ہیں ان کے کپڑے خون سے لت پت میرے پاس پہنچے۔ اور اندر داخل ہوتے ہی اندر سے دروازے کو کنڈا لگا دیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کپڑوں پر خون کیسا وہ خاموش رہے انہیں غور سے دیکھا تو انتہائی غضب ناک حالت میں تھے۔ آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں فرمایا یہ شہیدوں کا لہو ہے جب ان یزیدیوں نے گولی چلائی اور کئی ماؤں کے لال شہید ہو گئے کئی زخمی ہو گئے میں وہاں پہنچا مجھے پولیس نے روکا مجھے جلال آگیا میں نے کہا میں آگے جاؤں گا کوئی دنیا کی طاقت مجھے شہیدوں اور زخمیوں کے پاس جانے سے نہیں روک سکتی۔ تمہیں مجھے آگے جانے دینا ہوگا۔ یا گولی مار دینا ہوگی۔ بالآخر میں آگے چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ زخمیوں کو پولیس اٹھا کر ہسپتال لے گئی ہے لوگ کہتے تھے کہ کچھ شہیدوں کو بھی اٹھا کر لے گئی ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہاں لے گئی ہے۔ یہ چار خاک و خون میں تڑپتے ہوئے لاشے مجھے وہاں ملے میں اُنہیں ایک ایک کر کے اکیلا ہی اٹھا کر لاتا رہا اور پولیس کے حلقہ سے نکال کر لوگوں کے سپرد کرتا رہا اور اس طرح ان شہیدوں کو مسجد میں پہنچایا جا چکا ہے۔

اب میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں یہ کہتے ہوئے انہوں نے اچانک اپنے کمبل میں سے ایک سٹین گن نکالی اسے لوڈ کیا میرے سامنے رکھ دی کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ جس ابن حسن ڈپٹی کمشنر نے آج یہ گولی چلانے کا حکم دیا اور ان بے گناہوں کو شہید کیا ہے۔ اس ظالم انسان کو اگر میں جا کر قتل کر دوں اور پھر اس پاداش میں مجھے سزائے موت ہوگی۔ وہ شہادت کی موت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ میں پہلے ہی پریشان تھا۔ ننگے سر، بال بکھرے ہوئے اور کمر میں غم و اندوہ کی وجہ سے ایک پٹکا کمر بند کے طور پر باندھ رکھا تھا۔ طبیعت انتہائی مضمحل اور نڈھال مجھے لائل پور کی بارونق جامع مسجد دشت کربلا نظر آرہی تھی۔ اب اس سوال سے میں اور بھی پریشان ہو گیا میں نے اپنے حواس پر قابو پایا تھوڑا غور کیا اور پھر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر میں

اسے یہ کہہ دوں کہ شاہ جی ڈپٹی کمشنر کو قتل کرنا نامناسب اور جائز نہیں ہوگا تو عین ممکن ہے کہ یہ بھڑکا ہوا انسان مجھے ہی گولی مار کر ڈھیر کر دے۔ میں نے کہا شاہ جی یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اس کا تعلق میری اور آپ کی عاقبت سے ہے میں اس وقت بہت پریشان ہوں میرا دماغ کام نہیں کر رہا آپ مجھے تھوڑی مہلت دیں تا کہ میں ٹھنڈے دل و دماغ سے اس مسئلہ کا صحیح صحیح جواب دے سکوں۔

سید معظم علی شاہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ لائل پور کے اس قاتل ڈپٹی کمشنر جس نے گولی چلانے کا حکم دے کر ختم نبوت کے پروانوں کو خاک و خون میں تڑپا کر شہید کیا ہے اس کے قتل کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق آپ مجھے کب جواب دیں گے میں کتنی دیر بعد آپ سے دریافت کروں میں نے عرض کیا شاہ جی آپ مجھے سوچنے کے لیے ایک گھنٹے کی مہلت دے دیں اس نے کہا ٹھیک ہے۔ میں جاتا ہوں میں نے کہا آپ کو کہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے کہا آپ مجھے پابند نہ کریں۔ میں ایک گھنٹہ کے بعد حاضر ہو جاتا ہوں۔ میں نے کہا نہیں اس وقت تحریک ختم نبوت کی مقامی مجلس عمل نے مجھے انچارج اور امیر بنایا ہوا ہے۔ یہ میرا حکم ہے آپ کہیں نہیں جا سکتے۔ آپ ساتھ والے کمرے میں آرام کریں اور مجھے مزید پریشان نہ کریں۔ وہ مان گئے اور ساتھ والے کمرہ میں لیٹ گئے میں نے دو نفلیں پڑھیں اللہ سے خاص مدد مانگی اور رو رو کر اور گڑگڑا کر دعا کی الٰہی اس عقدہ کو تو ہی حل کرنے والا ہے دعاؤں سے میرے دل کو کچھ سکون اور اطمینان ہوا اتنے میں ایک گھنٹہ گذر گیا معظم علی شاہ صاحب دروازہ کھول کر سٹین گن ہاتھ میں تھامے آئے میرے سامنے آلتی پالتی بیٹھ گئے سٹین گن اپنے سامنے رکھ لی اور پھر انہیں غضبناک آنکھوں اور لہجے میں پوچھا مولانا صاحب میرے سوال کا جواب دے دیجئے میں اس مردود ڈپٹی کمشنر کو قتل کر دینا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی ہے جب تک میں یہ اپنا فرض سرانجام نہیں دے لیتا مجھے چین نہیں آرہا اور میرا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہو سکتا۔

میں نے شاہ جی سے پھر محبت بھرے لہجے میں بات کی ان کے جذبے۔ ان کی ایمانی غیرت اور حضور سرور کائنات ﷺ کے عشق میں جانی قربانی کے عزم کو سراہا۔ اور پھر عرض کیا کہ حضرت ابھی میں کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکا اب مجھے اس کے متعلق استخارہ کرنا ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیں گے اس کے مطابق مشورہ دوں گا۔ شاہ جی خاموش ہو گئے پھر بولے آخر مجھے کب، جواب دیں گے۔ میں نے کہا صبح انہوں نے کہا ایسا نہیں بلکہ آپ مجھے رات دو اڑھائی بجے تک جواب دے دیں کیونکہ سورج نکلنے سے پہلے میں اس شخص کے بوجھ سے زمین کو ہلکا کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا آپ ساتھ والے کمرے میں آرام کریں۔ وہ وہاں جا کر لیٹ گئے۔ میں اپنے ضروری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ رات ایک بجے کے قریب میں نے وضو کیا نفل پڑھے۔ اللہ سے دعا کی اور تھوڑی دیر لیٹ گیا۔ دعائے استخارہ بھی پڑھ لی۔ نیند تو آ ہی نہیں سکتی تھی

کوئی آدھ گھنٹے تک بالکل خالی الذہن ہو کر سوچا حضرت امیر شریعت کا فرمان کانوں میں گونجتا تھا۔ کہ تحریک کو بہر حال پر امن رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ شرعاً بھی میرے ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ اگر بالفرض سید ابن حسن ڈپٹی کمشنر کے حکم سے ہی ان مظلوموں کو قتل کیا گیا ہو تو بھی اس قصاص اور بدلے کا حق ہمیں کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم اس کو قتل کر دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ بہرا حال میرا ذہن صاف ہو گیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے جرأت کر کے اسے کہہ دینا چاہئے کہ یہ قتل ناحق ہوگا جس کا ہمیں حق حاصل نہیں ہے۔

میں نے ایک رضا کار کو کہا کہ وہ جائے اور دیکھے کہ شاہ صاحب سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں۔ اس نے دیکھ کر کہا شاہ صاحب سو رہے ہیں لیکن ان کی سٹین گن کہیں پڑی ہے۔ پشاوری کلے پر بندھی ہوئی پگڑی کہیں ہے اور شاہ صاحب کہیں ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ فوراً سٹین گن اٹھا لے اور میرے کمرہ کی الماری میں بند کر کے تالا لگا دے۔ وہ سٹین گن لایا اسے تالے میں بند کر دیا گیا میں نے کہا اب جاؤ شاہ صاحب کو کہو کہ اٹھیں ہمارا استخارہ مکمل ہو گیا ہے۔

وہ شاہ صاحب کو جگا لایا۔ میں نے شاہ صاحب سے بڑی ہی محبت بھرے لہجے میں پھر بات چیت شروع کی ان کی خدمات کو سراہا۔ اُن کی جرأت ایثار قربانی اور عشق رسولؐ پر مر مٹنے کی تمنا کی تعریف کی اور عرض کیا کہ ڈپٹی کمشنر کو قتل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے ہم نے رسول اللہ کی محبت میں ظلم سہنا ہے۔ ظلم کرنا نہیں ہے خود یزیدوں کے ہاتھوں اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے لیکن کس پر ہاتھ نہیں اٹھانا ہے۔ یہی شریعت کا مسئلہ ہے۔ اور یہی مجھے میرے لیڈروں کی ہدایت ہے۔

اب اگر خدانخواستہ یہ کام آپ کریں گے تو یہ خلاف شرع ہوگا۔ ذاتی اور نفسانی غصے کی وجہ سے ہوگا اور آپ جب اس کی پاداش میں خدانخواستہ پھانسی پائیں گے تو وہ موت شہادت کی نہیں ہوگی۔

شاہ جی سو کر اٹھے تھے ان کے رات کے جذبات اور غصہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ کہنے لگے اچھا! پھر کہنے لگے آپ مجھے اجازت دے ہی دیں میں اس موذی کو ٹھکانے لگا دوں تا کہ دوسرے بے ایمانوں کو عبرت ہو۔ میں نے کہا شاہ جی اب تو آپ نے مسئلہ کا فیصلہ کی پابندی کرنی ہے اور بس کہنے لگے لاؤ میری وہ سٹین گن کہاں ہے۔ میں نے کہا آپ کے پاس تھی کہنے لگے کسی نے سوتے وقت اٹھا لی ہے۔ اچھا میں اب باہر جاتا ہوں میں نے دیکھا کہ حکمت عملی سے سمجھانا کارگر ہو گیا ہے تو میں نے آخر میں ایک بات اور بھی کہہ دی میں نے کہا شاہ جی آپ کا غصہ اتر گیا ہے یا نہیں کہنے لگے غصہ تو اتر گیا میں نے کہا اگر رات کو غصے میں آپ یہ فعل کر گزرتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کو حکومت سرکاری گواہ بناتی اور شاید قتل کے جرم میں سزائے موت تحریک کے راہنماؤں کو ہوتی۔ بہر حال رات گزر گئی۔ صبح 3 بجے کا وقت ہو گیا سب رضا کار جاگ گئے مسجد بھری ہوئی کوئی نفلوں اور کوئی ذکر کار میں مصروف ہو گیا۔ اور اس طرح بقول سودا

اپنی تو رات کٹ گئی تیرے فسانہ میں

اس مصیبت اور الم کی رات میں میری دوسری پریشانی یہ تھی کہ ان چار میتوں میں ایک ایسے خوبصورت نوجوان کی میت بھی تھی جس کے ورثاء نہیں آئے تھے۔ رات 11 بجے کے قریب ایک صاحب آئے اور کہا کہ اس نوجوان کی لاش مجھے دے دی جائے میں نے کہا تمہارا کیا لگتا ہے۔ اس نے کہا میرا کچھ نہیں لگتا لیکن یہ ہمارے ہمسائے کا لڑکا ہے۔ میں نے کہا اس کے ماں باپ ہیں اس نے کہا اس کے ماں باپ موجود ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کا لڑکا گولی سے مارا گیا ہے اس نے کہا انہیں معلوم ہو گیا ہے میں نے کہا کہ جاؤ انہیں بھیجو اس کی لاش ہم تمہیں نہیں دیں گے۔ وہ آ کر اس کو دیکھ کر لے جائیں لیکن ساری رات کوئی نہ آیا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس 24 سالہ خوبصورت شہزادے نوجوان کی ماں کس طرح گھر میں چین سے بیٹھی ہوئی ہے۔ صبح سویرے پھر وہی رات والا آدمی آیا اور پھر اس نے یہی کہا کہ اس نوجوان کی لاش دے دوں میں نے کہا تم عجیب آدمی ہو ہم اس کی لاش کیسے دے دیں اگر ہم تم کو لاش دیتے ہیں مسجد سے نکلتے ہی وہ لاش تم سے پولیس چھین لے گی۔ جاؤ اس کے ماں باپ کو فوراً بھیجو، وہ ایک گھنٹے کے بعد پھر آ گیا کہ اس کے ماں باپ نہیں آتے آپ اس کی لاش دے دیں میں نے کہا یہ نہیں ہوگا۔ اب ہم اس کی تجہیز و تکفین کرنے لگے ہیں جنازے کو عید باغ میں لے جا رہے ہیں انہیں کہو کہ اگر اس کا منہ دیکھنا ہے تو فوراً باغ میں پہنچ جائیں اور اس کی زیارت کر لیں قاضی عنایت اللہ چڑہ منڈی امین پور بازار کے ہمارے ایک ساتھی ہیں۔ بڑے سمجھ دار اور ذہین انسان انہوں نے مجھے علیحدہ لے جا کر کہا کہ مولانا اس نوجوان بچے کی لاش میں کوئی راز کی بات ہے جبھی تو اس کے ماں باپ نہیں آ رہے۔ ورنہ نوجوان بچے کی موت کا سن کر کوئی ماں باپ صبر کر سکتا ہے مجھے بھی شبہ اور پریشانی تھی لیکن کیا کہہ سکتا تھا خاموش رہا۔ منادی کر دی گئی تھی کہ 10 بجے قبل دوپہر عید باغ دھوبی گھاٹ میں شہدائے ختم نبوت کے جنازے پڑھے جائیں گے۔ جنازے تیار ہو گئے بہت لمبے لمبے بانس جنازوں میں باندھ دیئے گئے۔ بڑے ہی دلخراش اور غم انگیز منظر میں 9 بجے کے قریب جنازے اٹھے لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے ساتھ جا رہے تھے عید باغ میں چاروں چارپائیاں ایک دوسرے کے پہلو میں رکھ دی گئیں صفیں درست کرائی گئیں۔ میرے اندازہ کے مطابق لائل پور کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا اجتماع تھا پورے عید باغ میں صفیں تھیں باہر جھنگ روڈ پر چوک نڑوالہ تک پیچھے بھوانہ بازار میں بھی صفیں تھیں۔ ڈگلس پورہ سائیڈ میں گندے نالے کے پار اور ڈگلس پورہ کی گلیوں میں بھی صفیں تھیں۔ صفیں درست کرتے اور انتظام و اہتمام ہوتے ہوتے کوئی ڈھائی گھنٹے صرف ہو گئے مولانا صاحبزادہ ظہور الحق صاحب اور اس احقر نے نماز جنازہ سے قبل شہدائے بدر واحد سے لیکر شہدائے ختم نبوت کی روحوں پر بلند آواز سے سلام بھجوائے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور لوگ یزیدانِ وقت پر نفرتیں بھیج رہے تھے۔

عید باغ لائل پور کی مشہور جلسہ گاہ ہے۔ اس میں جلسوں کے لیے ایک مستقل اسٹیج بنا ہوا ہے یہ ایک اونچا چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ پر شہدا کے جنازے رکھے گئے جب نماز جنازہ پڑھائی جا چکی۔ تو پھر وہی رات والا آدمی میرے پاس پہنچا اور کہا کہ اس نوجوان شہید کے والدین آ گئے ہیں۔ میں نے کہا انہیں بلاؤ وہ اپنے بیٹے کا منہ دیکھ لیں کیونکہ اب جنازے قبرستان لے جائے جائیں گے۔ وہ گیا ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو اور برقعہ پوش خواتین کو لے آیا میں رات سے ہی حیران تھا کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے جس ماں باپ کا یہ جوان بیٹا گولی کا نشانہ بن گیا ہے اس کے ماں باپ نے رات اپنے گھر میں کیسے بسر کرلی ہے اور وہ کیسے صبر کر کے بیٹھے رہے اب میں نے ان تینوں کو غور سے دیکھا باپ اپنے بیٹے کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا۔ اس پر غم اور افسردگی چھائی ہوئی تھی وہ خاموش کھڑا رہا اور اپنے بیٹے کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ ایک عورت جو اس نوجوان کی ماں معلوم ہوتی تھی وہ بچے کے سرہانے کی طرف آئی اس نے اپنے بیٹے کے ماتھے پر بوسہ دیا اور وہیں بے ہوش ہوگئی۔ دوسری عورت جو اس نوجوان کی غالباً بیوی تھی اس کے پاؤں کے قریب بیٹھ گئی اس نے اس کے پاؤں پر منہ رکھنا چاہا لیکن وہ بے ہوش ہوگئی لوگوں نے ان دونوں کو سنبھالا دیا۔ یہ سب کچھ بڑی خاموشی سے ہو رہا تھا کوئی آہ وزاری رونا دھونا نہ تھا۔ اب اس سے میں اور بھی زیادہ شک میں پڑ گیا جب انہیں اس طرح پانچ منٹ گذر گئے تو میں نے ان سے تعزیتی کلمات کہے انہیں صبر کرنے کو کہا اور نوجوان کے منہ کو کفن سے ڈھانپ دیا گیا۔ جنازے اٹھا لئے گئے بڑے قبرستان تک لاکھوں انسانوں کا جلوس جنازہ کے ہمراہ گیا۔ وہاں انہیں دفن کردیا گیا اور میں اس معاملہ پر برابر غور کرتا رہا اس مسئلہ میں صرف ایک شخص شیخ عنایت اللہ ہی میرے ہمراز رہے ہمیں کچھ یقین سا ہوگیا کہ اس نوجوان کے معاملے میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے۔

میں اصل کہانی کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑتا ہوں اور اس نوجوان کے متعلق یہیں ذرا تفصیل بتا دینا چاہتا ہوں۔ اس تحریک کے سلسلہ میں مجھے بالآخر گرفتار کرلیا گیا۔ لاہور شاہی قلعہ۔ لاہور سنٹر جیل اور کیمبل پور جیل میں قید کاٹی ایک سال بعد رہا ہوا گھر واپس آیا۔ اور لائل پور آ کر پھر وہی بھرپور زندگی شروع ہوگئی۔ تقریباً ایک سال اور گذر گیا ایک دن میں بٹ موٹرورکس لائل پور پر اپنے دوستوں خواجہ جمال الدین بٹ۔ حاجی غلام حسین اور قاضی جلال دین بٹ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کسی پٹرولیم کمپنی کے ایک آفیسر صاحب جو اکثر بٹ صاحبان کے پاس آیا جایا کرتے تھے تشریف لائے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ مولانا آپ کی تحریک میں ایک مرزائی نوجوان بھی گولی لگنے سے مارا گیا تھا۔ میں نے کہا وہ کون انہوں نے کہا آپ کو اب تک اس کے متعلق کچھ علم نہیں میں نے کہا کہ نہیں انہوں نے کہا کہ کیا سمندری روڈ کا کوئی نوجوان آپ کی تحریک میں مارا گیا تھا میں نے کہا ہاں ریلوے اسٹیشن پر جو گولی چلی تھی اس میں وہ نوجوان تھا انہوں نے کہا کہ وہ مرزائی تھا میں نے کہا کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہے انہوں نے کہا پچھلے دنوں میں ملتان ایک فیکٹری میں فیکٹری کے مالکان

کے پاس جو میرے دوست ہیں بیٹھا ہوا تھا۔ باتیں چھیڑتے چھیڑتے تحریک ختم نبوت کا تذکرہ بھی چھڑ گیا اس میں جو مظالم ڈھائے گئے وہ زیر بحث آ گئے ہم باتیں کر رہے تھے کہ فیکٹری کا ایک ملازم جو ہمارے قریب کھڑا باتیں سن رہا تھا دھڑام سے زمین پر بے ہوش ہو کر پڑا لوگوں نے اسے اٹھایا گرمی کا موسم تھا ہم یہی سمجھے کہ شاید گرمی کی وجہ سے گر پڑا ہے۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے گئے جب وہ ہوش میں آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا اس نے بتایا کہ جو باتیں آپ کر رہے تھے وہ سن کر مجھے صدمہ ہوا اور میرے دل کو کچھ ہوگیا۔ فیکٹری کے مالکان نے کہا کہ تو تو احمدی ہے اور تجھے یہ باتیں اور مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی کہانی سن کر کیوں صدمہ ہوا ہے اس نے بتایا کہ میرا جوان لڑکا بھی اس تحریک میں مارا گیا تھا اس سے میں نے تفصیل دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں سمندری روڈ لائل پور کے قریب رہتا تھا میرا جوان لڑکا بھی دوسرے نوجوان دوستوں کے ہمراہ چلا گیا اور وہاں جا کر گولی لگنے سے مارا گیا اس نوجوان کے پراسرار حالات پہلے ہی مجھے حیرت میں رکھتے تھے۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ اس کا اس منظر یہ تھا۔ لیکن میں نے کبھی اس کا اظہار اس لئے نہیں کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کا علم نہیں ہے جو کچھ میں نے تحریر کردیا ہے۔ اب یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ماں باپ کا باغی اور مرزائیت سے تائب ہو کر مارا گیا تھا۔ یا مزائیوں کی سازش کے تحت بدامنی پیدا کرنے اور حکومت کو تشدد کا موقع فراہم کرانے کے لئے اپنی جان دے گیا تھا۔ حکومت کے خلاف تحریکوں کا اصول ہے کہ تحریک چلانے والوں کی یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ تحریک پرامن رہے۔ اس کے برعکس حکومت اور تحریک کے مخالفوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ تحریک بدامنی اور تشدد کی راہ پر پڑ جائے تا کہ جواباً اسے تشدد کا شکار بنایا جاسکے۔ یہی صورت حال یہاں تھی ہماری کوشش تھی کہ تحریک پرامن رہے حکومت اور مرزائیوں کی کوشش یہ تھی کہ بدامنی کی راہ پر لگ جائے تا کہ تباہ ہو جائے۔ غالب گمان یہی ہے۔ کہ اس نوجوان کو مرزائیوں نے آلہ کار بنا کر مروا دیا ہے۔ اس زمانہ کے اے ڈی ایم لائل پور مسٹر حبیب نے مجھے پیغام بھجوایا تھا کہ اس نوجوان کا رویہ انتہائی جارحانہ تھا اور ریلوے انجن کے اوپر چڑھا ہوا دوسرے لوگوں کو جوش دلا رہا تھا ابن حسن ڈپٹی کمشنر نے اسے گولی مروائی اور یہ اوپر سے نیچے گر پڑا۔

..............O..............

یہاں تک کے حالات و واقعات حضرت مولانا تاج محمود مرحوم نے قلمبند فرمائے وہ آگے تحریک کے حالات کو قلمبند کرنا چاہتے تھے مگر رکاوٹ یہ تھی کہ ہر ضلع کی تفصیلی رپورٹ 53ء کی تحریک ختم نبوت سے متعلق آپ کو دستیاب نہ ہوسکی اس لئے واقعات کے رفتار کو ترتیب دے کر پھر وہ مارشل لاء اور انکوائری اور تحریک کے بقیہ حالات قلمبند فرماتے اس لئے آپ کا یہ مضمون مکمل نہ ہو پایا۔ آپ کی وفات سے چند ہفتے قبل ہمارے دوست نصیر احمد آزاد مالک شنگریلا پریس فیصل آباد نے مولانا سے ایک انٹرویو کیا جو وفات کے دن

عملدر آمد کا اعلان کیا گیا۔

تفصیل یہ طے کی گئی کہ پانچ پانچ رضا کاروں کے دو دستے یومیہ مظاہرہ کرنے کے لئے سڑکوں پر نکلیں۔ پانچ رضا کاروں کا ایک دستہ خواجہ ناظم الدین کی کوٹھی پر جا کر مظاہرہ کرے اور دوسرے پانچ رضا کاروں کا دستہ ملک غلام محمد گورنر جنرل کی کوٹھی پر جا کر مظاہرہ کرے۔ دو دستوں کے جانے کا فیصلہ اس لئے کیا گیا کہ صرف خواجہ ناظم الدین کی کوٹھی پر جا کر مظاہرہ کرنے سے تحریک کے دشمن یہ تاثر نہ دے سکیں کہ یہ تحریک مغربی پاکستان کے کے لوگ بنگالی وزیراعظم کے خلاف چلا رہے ہیں۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ جلوس پر رونق اور پر ہجوم راستوں اور سڑکوں سے نہ جائیں تا کہ ٹریفک میں رکاوٹ کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور حکومت کو شر انگیزی کرنے کا موقعہ میسر نہ آئے۔

27 فروری کی رات کو مجلس عمل کے تمام راہنما، جن میں سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادریؒ، عبد الحامد بدایونیؒ، مولانا لال حسین اختر، سیدنا مظفر علی شمسیؒ اور دوسرے بیسیوں راہنما شامل تھے کراچی میں گرفتار کر لئے گئے۔

28 فروری کو پنجاب اور ملک کے دوسرے حصوں میں سینکڑوں راہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔

28 فروری کو لائل پور میں دوسرے شہروں کی طرح مجلس عمل کی اپیل پر ان راہنماؤں کی گرفتاری کے خلاف تاریخ ساز ہڑتال کی گئی۔ دھوبی گھاٹ میں لاکھوں انسانوں کا اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد یونس مراد آبادی مولانا حکیم حافظ عبد المجید، صاحبزادہ ظہور الحق، سید صاحبزادہ افتخار الحسن، مولانا عبید اللہ اور بندہ تاج محمود و دیگر حضرات کے بیانات ہوئے لوگوں نے ہر قسم کی قربانیاں دینے کا عہد کیا۔ اگلے روز تحریک شروع ہو گئی۔ لائل پور مجلس عمل کا صدر بندہ تاج محمود کو بنایا گیا۔ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کا جوش و جذبہ قابل دید تھا۔ چہار طرف سے تحریک کے الاؤ کو روشن کرنے کے لیے مسلمان اپنی جانوں کا نذرانہ تک دینے کو تیار تھے حکومت نے دھوبی گھاٹ پر قبضہ کر لیا ہم نے تحریک کا مرکز لائل پور کی مرکزی جامع مسجد کچہری بازار کو بنا لیا۔ شہر اور ضلع بھر کے دیہات سے ہزاروں رضا کار جمع ہونا شروع ہو گئے مسجد اور اس کی بلائی منزل رضا کاروں سے بھرنے لگی۔ صبح نو بجے اور تین بجے مسجد میں جلسے ہوتے سو رضا کاروں کا دستہ صبح اور سو رضا کاروں کا دستہ سہ پہر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا، جلوس اس شان سے نکلتا کہ اس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس کے حوالہ سے چلنے والی تحریک میں رضا کاروں، کارکنوں، راہنماؤں غرضیکہ ہر عام و خاص کا جذبہ عشق ختم نبوت قابل دید تھا ہر آدمی بازی لے جانے اور شفاعت محمدیؐ کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے بیتاب تھا۔

کچھ دنوں تک تو حکومت رضا کاروں کو گرفتار کرتی رہی لیکن بعد میں چند رضا کاروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور اکثر رضا کاروں کو بسوں میں بٹھا کر تیس (30) چالیس (40) میل دور لے جا کر جنگلوں میں چھوڑ دیا جاتا۔

اہم واقعہ

میرا دفتر جامع مسجد کی اوپر والی منزل پر قائم تھا۔ ہر روز رات کو دس گیارہ بجے کے قریب کرفیو کے اوقات میں نکلتا ساتھ میرے عزیز دوست فیروز اقبال کا گھر ہے۔ وہاں جاتا بچیاں کھانا لا کر دیتیں، دو چار لقمے زہر مار کرتا یہاں تک میرے معتمد خاص کو علم ہوتا تھا کہ مولانا اس وقت کہاں ہیں۔ یہاں سے رات کے اندھیرے اور کرفیو کی حالت میں اکیلے چھپتے چھپتے اپنی بہن کے گھر واقع کچی آبادی مال گودام کے دوسری طرف پہنچتا۔ یہ سفر میرے لئے انتہائی کٹھن ہوتا ذرا سی آہٹ کا جواب گولی ہو سکتا تھا۔ ایک اور دوست کے ہاں جانا ہوتا یا پھر اپنی مسجد ریلوے کالونی میں آ کر تھوڑی دیر آرام کرتا۔ صبح فجر کی آذان سے پہلے کچہری بازار کی مسجد میں واپس آ جاتا۔ رضا کاروں کے ساتھ نماز پڑھتا۔ ہر روز میرا یہی معمول تھا۔

میرے دو شاگرد ایک ڈپٹی کمشنر کا سٹینو گرافر تھا اور دوسرا پولیس کے دفتر میں ملازم تھا۔ ان دنوں کا ذہن قلب و جگر تحریک مقدس ختم نبوت کے ساتھ تھا۔ وہ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد آتے اور خفیہ حکومتی ارادوں پروگراموں کی رپورٹ سے مجھے مطلع کرتے ہیں ان میں سے ایک آج کل فیصل آباد کے معروف ایڈووکیٹ ہیں۔ دوسرے اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کریں کہ وہ تحریک کے لیے بہت مخلص تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ آج آپ کے جلوس کے ساتھ ایک کی بجائے دو مجسٹریٹوں کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ میں حیران ہوا کہ ہمارا تو روز کا معمول ہے اور حکومت کا بھی ایک مجسٹریٹ ہوتا ہے۔ آخر یہ دو مجسٹریٹوں کی کیوں ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمارا جلوس تو دن کو ہوتا ہے اس وقت تمام رضا کار سوئے ہوئے رات کو جلوس اور مجسٹریٹوں کی ڈیوٹی یہ کیا ماجرا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ جلوس کون نکالے گا، کہاں سے آئے گا۔ میں نے اپنے معتمد خاص سے کہا کہ آج رات مسجد کے تمام دروازے اچھی طرح بند کر کے تالے لگا دیں۔ اور نصیحت کر دیں کہ رات کو کوئی رضا کار ہرگز باہر نہ جائے۔ میں یہ ہدایات دیکر آ گیا حسب معمول اقبال فیروز کے گھر گیا کھانا سامنے رکھا گیا۔ کہ جلوس کے نعروں کی آواز سنائی دی۔ میں متوجہ ہوا۔ ہجوم مرزائیت مردہ باد اور ختم نبوت کے نعرے لگاتا ہوا مسجد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مسجد کے قریب آ کر جلوس نے مسجد کے دروازوں کو بند پایا۔ ارد گرد کا چکر لگایا جب چکر لگا کر چترال ہاؤس کے قریب آیا تو یکدم فائر کی آواز سنائی دی۔ میں حیران تھا کہ لوگ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ گولی کس نے چلائی؟ گولی کس کو لگی؟ کون زخمی ہوا؟ کون مرا؟ کہیں اس میں میرے رضا کار تو شریک نہیں۔ میں واپس مسجد آیا

رضا کاروں کے بارے میں دریافت کیا معلوم ہوا کہ ہمارا کوئی رضا کار اس میں شریک نہ تھا۔ مگر باہر گولی لگنے سے چار، پانچ آدمی جان بحق اور بہت سارے زخمی ہوئے ہم لوگ پوچھتے کچھ پتہ نہ چلتا۔ کافی عرصہ گزر گیا۔ میں گرفتار ہوا قید ہوئی۔ قید کاٹ کر رہا ہو کر بھی آ گیا۔ مگر یہ راز نہ کھلا۔

یہ انکشاف اس وقت ہوا، کہ وہ کون تھے؟ جنہوں نے اس رات جلوس نکالا تھا۔ اور پولیس نے ان کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیا تھا۔

ہوا یوں کہ شہر کے ایک شخص کو قتل کے مقدمہ میں سیشن کورٹ سے سزائے موت ہوئی۔ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ سے بھی مقدمہ خارج ہوا۔ صدر نے رحم کی اپیل مسترد کر دی۔ سزائے موت پر عملدر آد کا وقت قریب آیا تو سپرنٹنڈنٹ جیل نے آخری خواہش پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میں ایک راز سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں، کہ میں اس مقدمہ قتل میں بے قصور ہوں مگر یہ سزائے موت جو مجھے دی جا رہی ہے یہ فلاں رات تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں جلوس نکال کر چار، پانچ نوجوانوں کو موت کی آغوش میں دھکیلنے کی پاداش میں پا رہا ہوں اس نے انکشاف کیا کہ پولیس کی سازش سے یہ جلوس نکالا گیا۔ پولیس کی پلاننگ یہ تھی کہ میں (سزائے موت پانے والا) محلّہ کے چند بچوں اور نوجوانوں کو اکٹھا کر کے جلوس نکالوں۔ نعرے لگاتے ہوئے مسجد میں آئیں۔ وہاں طے شدہ پروگرام کے مطابق جلوس مسجد کے گرد چکر لگائے نعرے بازی کرے اسی اثنا میں مجلس عمل کے رضا کار جلوس میں شامل ہو جائیں گے پولیس ان میں سے چند کو گولیوں کی بوچھاڑ سے ٹھنڈا کر دے گی۔ باقی رضا کار خوف زدہ ہو کر دب جائیں گے اور یوں تحریک کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ میں ان بچوں کو ڈگلس پورہ اور اس کے اردگرد سے مٹھائی کا لالچ دے کر لایا تھا اور جلوس کی شکل میں وہاں لا کر پولیس کے لئے ترانوالہ مہیا کیا، ان کا یہ قتل میرے ذمہ ہے میں اس قتل کی سزا پا رہا ہوں۔

یہ تھی دوسری بار گولی چلنے کی داستان۔ اس سے قبل بھی لائل پور میں گولی چلی تھی۔ میرے ایک سو کے قریب رضا کار لائل پور سے کراچی جا رہے تھے جیسے ہی ٹرین روانہ ہوئی فوراً ہی اسٹیشن کی حدود سے نکلنے سے پہلے ہی روک لی گئی اور رضا کاروں کو منتشر ہونے کا حکم دیا گیا۔ رضا کار ڈٹ گئے۔ ان کے پاس ڈنڈے تھے اور پولیس کے پاس گولی تھی۔ پولیس نے اندھا دھند فائرنگ کی بیسیوں رضا کار شہید ہو گئے۔ کئی لاشیں پولیس نے موقعہ سے اٹھا کر غائب کر دیں۔ ہمارے ہاتھ چار لاشیں آئیں۔ جب اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی میری کمر ٹوٹ گئی۔ میرے سامنے کربلا کی فلم چلنے لگی۔ غم سے نڈھال ہو گیا۔ وحشت عود آئی۔ دل آنسو بہا رہا تھا۔ دماغ پھٹنے کو ہو گیا۔ ضمیر بے رحم حکمران کو کوس رہا تھا۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اقبال کا یہ مصرعہ ڈھارس بندھا رہا تھا۔

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

لاشیں اسٹیشن سے مسجد میں لائی گئیں۔ تین کی شناخت ہو گئی ان کے لواحقین کو اطلاع کر دی گئی، ایک نوجوان لڑکے کی لاش ہم سے شناخت نہ ہو سکی اور نہ ہی اس کے لواحقین کا پتہ چلا۔ شام 6 بجے کے قریب میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ یہ لاش سمندری روڈ کی ہے آپ ہمیں لاش لے جانے کی اجازت دے دیں میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہارا کیا رشتہ ہے۔ اس کے والدین کیوں نہیں آئے اس نے کہا کہ جی انہوں نے مجھے بھیجا ہے میں نے کہا کہ یہ ہمارے پاس قوم کی امانتیں ہیں، میں ان کو کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔

اس سے پہلے مجھے کسی شخص نے بتایا کہ یہ لاش پراسرار ہے اب میرے خدشات بڑھنے لگے کہ آخر اس کے والدین خود کیوں نہیں آئے ضرور کوئی بات ہے ہم نے سب لاشوں کو غسل دیا۔ کفن کا انتظام کر کے شہر میں اعلان کرا دیا صبح ساڑھے نو بجے دھوبی گھاٹ اقبال پارک میں نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ جنازہ کی چارپائیوں کے ساتھ بڑے بڑے بانس باندھ دیئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آخری کندھا دینے کی سعادت حاصل ہو سکے۔ جنازے اٹھا کر جلوس کی شکل میں دھوبی گھاٹ لائے گئے۔ جنازے بالکل تیار تھے۔ صفیں درست کی جا رہی تھیں کہ وہی آدمی پھر آیا اور کہنے لگا کہ اس کے والدین آئے ہیں ذرا منہ دکھا دو۔ دو عورتیں اور ایک مرد تھا۔ آخری زیارت کے لیے میں نے اس کے منہ سے کفن ہٹا دیا۔ مرد اس کا باپ تھا وہ لاش کے قدموں کی طرف کھڑا تھا۔ ایک عورت جو ماں تھی۔ اس نے لڑکے کا منہ چوما اور روتی روتی بے ہوش ہو گئی دوسرے عورت اس کی بیوی تھی۔ چند ماہ پہلے شادی ہوئی تھی وہ اس کے قدموں کی طرف گئی جھک کر اس کے پاؤں چومے اور پھر بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آنے پر دو تین منٹ کے بعد ان کو ہٹا دیا گیا۔ وہ چلے گئے جنازہ پڑھا گیا۔ جنازہ پڑھنے کے لئے سارا شہر امڈ آیا تھا۔ اردگرد کے دیہاتوں کے لوگ بھی بہت بڑی تعداد میں جنازہ میں شریک ہوئے۔ اتنا بڑا ہجوم لائل پور کی تاریخ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا یہاں بڑے بڑے لیڈر آئے ان کے جلوس میں نے بچشم خود دیکھے مگر اتنا رش اس سے پہلے اور اس کے بعد آج تک نہیں دیکھا۔ گراؤنڈ پوری بھر چکی تھی، باہر کی تمام سڑکیں بھر چکی تھیں۔ گورنمنٹ کالج کی طرف جھنگ روڈ تک صفیں تھیں۔ ادھر بھوانہ بازار سامنے نالہ کی چھت پر اور اس کے پیچھے گلیوں تک اجتماع تھا۔ بھلا اندازہ کیجئے کہ جن شہیدوں کو رخصت کرنے والے اتنے لوگ ہوں گے ان کی آگے خدا تعالیٰ کے دربار میں کیسی پذیرائی ہوئی ہوگی۔

جب میں جیل کاٹ کر سوا سال بعد رہا ہو کر آیا تو اکثر شام کو بٹ گڈز والے قاضی جلال الدین کے ہاں بیٹھتا تھا۔ انکے ہاں ایک دن شام کو ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی تحریک میں جاں بحق ہونے والا ایک لڑکا قادیانی تھا میں نے کہا کہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اس نے بتایا کہ ایک دفعہ میں ملتان کسی فیکٹری میں مالکوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی تحریک کی باتیں شروع ہو گئیں۔ شہیدوں کا ذکر آیا تو ایک بوڑھا جو پاس

کھڑا تھا وہ دھڑام سے گرا اور بیہوش ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو مالکوں کے اصرار پر اس نے بتایا کہ اس تحریک میں اس کا بیٹا بھی مارا گیا تھا، بس وہ لڑکوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ بعد میں اس کے والدین کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہیں۔ اندر کے حالات اللہ ہی جانتے ہیں کہ وہ لڑکا قادیانی تھا یا نہیں بہرحال میں نے آج تک اس کو قادیانی نہ لکھا نہ کہا۔ ممکن ہے کہ قادیانی ہو اور تحریک کو تشدد کے راستہ پر ڈال کر سبوتاژ کرنا اس کا مشن ہو۔ اور یہ کہ قادیانی خاندان کے باوجود وہ خود مسلمان ہو اور جذبہ عشق رسالت مآب ﷺ کے پیش نظر جلوس میں شریک ہوا ہو تاہم اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ یہ لڑکا گاڑی کے انجن پر کھڑا تھا اس نے گریباں کھول کر اور سینہ تان کر پولیس والے سے گرجدار آواز میں مخالب ہو کر کہا تھا کہ یہاں گولی مارو، پولیس والے ظالم نے وہیں داغ دی اور بس وہ ایک ہی جست میں نیچے گرا اور روح پرواز کر گئی۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے کہ قادیانی نہ ہو اس نے جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر اسلام کی سربلندی کے لیے گولی کھائی ہو یہ سربستہ راز جاننے والی قوت اللہ تعالیٰ رکھتے ہیں اس کا عقدہ روز محشر کھلے گا۔

میری گرفتاری

میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت لائل پور کا صدر تھا حضرت مولانا مفتی محمد یونس، مولانا حکیم عبد المجید نابینا، صاحبزادہ ظہور الحق، مولانا محمد صدیق، صاحبزادہ سید افتخار الحسن، مولانا محمد یعقوب نورانی، مولانا عبد الرحیم اشرف اور دیگر حضرات مجلس عمل کی عاملہ کے رکن تھے۔ مجلس عاملہ کے پہلے ہی اجلاس میں فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ باقی سب حضرات رضا کاروں کے دستوں کی قیادت کرتے ہوئے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے۔ لیکن میں (مولانا تاج محمود) تحریک کو جاری اور منظم رکھنے کے لیے گرفتاری نہیں دیں گے۔ مجلس عمل کا دفتر جامعہ مسجد کی بالائی منزل پر تھا۔ کم وبیش پانچ ہزار رضا کار گرفتاری دینے کے لیے اپنی باری کے انتظار میں مسجد میں جمع رہتے تھے، صبح وشام دو سو رضا کار یومیہ گرفتاری دے رہے تھے جامع مسجد میں جلسہ ہوتا تھا۔ ہر طرف ختم نبوت کی بہاریں ہی بہاریں تھیں۔ یہ سلسلہ پندرہ بیس دن جاری رہا پندرہویں یا سولہویں دن یہاں کے ڈپٹی کمشنر سبط حسن کے حکم سے مسجد کی بجلی و پانی منقطع کر دیا گیا۔

دوسرے روز جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ میں نے پانی وبجلی کے منقطع کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ "سبط حسن تم سید ہو، اور اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو جو 1350 سال سے کربلا میں پانی کی بندش اور حضرت حسینؓ کی شہادت کا ہائے حسینؓ ہائے حسینؓ کہتے ہوئے ماتم کرتا ہے کم از کم تیرے لیے یہ مناسب نہ تھا اگر تیری ماں کو مسجد کے پانی وبجلی کے منقطع کرنے کے تیرے اس کارنامے کا علم ہوتا تو وہ تیرا نام سبط حسن

کی بجائے ابن یزید رکھتی۔"

اس تقریر کی رپورٹ پہنچنے پر میجر سبط حسن ڈی۔ سی لائل پور میرا ذاتی و جانی دشمن ہوگیا اور اس نے حکم دے دیا کہ مجھے بہر طور گرفتار کر لیا جائے۔ پہلے نرمی اور حکمت عملی سے پھانسنا چاہا۔ رانا صاحب ایس پی جو تحریک سے پہلے کے میرے جاننے والے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے دفتر بلوایا کہ آپ سے ایک ضروری امر پر مشورہ کرنا ہے۔ میں صورت حال کو بھانپ گیا اور میں نے تعلقات کے باوجود ان کے دفتر میں جانے کو پسند نہ کیا۔ پھر میاں مظفر اے۔ ڈی۔ ایم جو میرے اور مولانا عبید اللہ احرار کے مشترکہ دوست تھے وہ تشریف لائے اور مجھے کچہری بازار کے ایک ہوٹل میں بلوایا کہ مجھے آپ سے ضروری باتیں کرنی ہیں میں ان کے دھوکہ میں بھی نہ آیا اور ملنے سے انکار کر دیا اسی وقت اطلاع ملی کہ اے۔ ایس۔ پی نے ہمارے گرفتار شدہ رضا کاروں کو جیل کے دروازے پر ڈنڈوں اور بیدوں سے پٹوایا ہے۔ ہم نے اگلے روز پھر جلسہ کیا اور ڈی، سی، ایس پی سے مطالبہ کیا کہ اے۔ ایس۔ پی کو یہاں سے چلتا کیا جائے، ڈیوٹی سے ہٹایا جائے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور یہ قتل ہوگیا تو ہماری ذمہ داری نہ ہوگی۔ اسی رات کو پولیس نے چنیوٹ بازار میں گولی چلا کر کئی مسلمانوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا تھا۔ جب میں ان کے چکر میں نہ آیا تو انہوں نے مجھے گرفتار کرنے کے لیے مسجد میں بوٹوں سمیت پولیس کو داخل ہونے کا حکم دینے کا فیصلہ کیا۔ 19,18,17 مارچ پورے تین روز بغیر کسی وقفہ کے شہر میں کرفیو نافذ رہا پورے شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ کرفیو کے دوران مجھے ہر قیمت پر گرفتار کرنے کا فیصلہ ہوا چنانچہ میں 20 مارچ کو رات ایک بجے چک نمبر 67 نزد گلبرک سے گرفتار ہوا۔ راجہ نادر خان میری گرفتاری کے وقت پولیس کے ہمراہ شامل تھے۔

مقدمہ کی روائیداد

20 مارچ 53ء کو گرفتاری عمل میں آئی۔ جون 1954ء میں تقریباً سوا سال بعد رہا ہوا۔ گرفتار کرنے کے بعد پہلی رات مجھے لائل پور کی حوالات میں رکھا گیا۔ دوسری رات 3 بجے صبح لائل پور سے لاہور شاہی قلعہ میں منتقل کیا گیا۔ یہاں پر تفتیش شروع ہوگئی تفتیش کا مقصد یہ تھا کہ حکومت جاننا چاہتی تھی کہ اس تحریک کے مقاصد کیا ہیں۔ اس تحریک میں کسی بیرونی ملک یا طاقت کا ہاتھ ہے۔ یہ تحریک ملک کے خلاف قومی سازش ہے یا وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ قادیانیوں کی وہ کونسی چیز ہیں جن کا اتنا شدید رد عمل ہوا۔ ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش۔ کیا تمام جیل خانے بھر گئے۔ بڑی بڑی جیلوں میں کیمپ لگانے پڑے مختلف لوگوں کو مختلف المیعاد سزائیں دی گئیں۔ سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند رکھا گیا۔ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟